



**A Reflection of Our Life**



## QUARTERLY YOON PESHAWAR

April-June 2017

Editor: M. Akbar Hoti

Co-Editors: Abdul Latif & Sajjad Jwandoon

Designing and Photography: Abdul Majid Khan

Illustration and Painting: Pir Hamid Khesgi

Advisory Council: Ajmal Khan, Shahbaz Khan, Naeem Safi, Riaz Khan

Languages and Literature Unit

Directorate of Culture Khyber Pakhtunkhwa, Peshawar

Contacts:

Phon: 0919211200

Fax: 0919211220

Email: yooneditor@culture.kp.gov.pk

Web: www.culture.kp.gov.pk/homepage/e\_magazine

## سہ ماہی یون پشاور

اپریل تا جون ۲۰۱۷

مدیر! محمد اکبر ہوتی

معاونین! عبدالطیف، سجاد ژوندون

ڈیزائننگ و فوٹو گرافی! عبدالماجد خان

السٹریشن و پینٹنگ: پیر حامد خویشگی

مشاورتی کونسل: اجمل خان، شہباز خان، نعیم صافی، ریاض خان

اہتمام: زبان او ادب یونٹ محکمہ ثقافت خیبرپختونخوا

رابطہ:

فون: ۰۹۱۹۲۱۱۲۰۰

فیکس: ۰۹۱۹۲۱۱۲۲۰

ای میل: yooneditor@culture.kp.gov.pk

ویب سائٹ: www.culture.kp.gov.pk/homepage/e\_magazine



# CONTENTS

کھوار چھترارو وار	48	پښتو ټپه او رومانیت	24	ریڈیو پشاور سے ریڈیو پاکستان	7
Sharakat' Nawawam Ac'honlnk	50	په پښتونخوا کښې د --	27	خیبر پختونخواه کا لسانی جغرافیہ	11
Importance Of A Business Plan ..	52	خادر	31	ضلع لکی مروت کی تاریخی اور	12
The Theft Of My Purse	54	چار سدوالی خپلی او --	33	رنگین پختون ثقافت کو اجاگر --	14
Shaitaangoot Lake	56	بچے آیاں دے ادب	36	ثقافتی ورثے کے احیاء کے --	15
Disaster Risk Management and ..	58	ولدا ڈو آنی نہ منگساں	39	فوڈ سٹریٹ (ٹمک منڈی)	16
Urbanization & Indigenous ..	60	بھٹیالے دی وسوں	42	حاجت (تکل)	18
Photo Cum Video Walk Peshawar	62	سوات کو اصل وارث	44	امیر حمزہ شنواری او پښتون ولی	20
Creative Economy & Cultural ..	63	شیشک کو گہال کا	46	د جرگی بنسٹ ہر کہ	22

# اداریہ

## خیبرپختونخوا میں ”یون“ کا سفر

مجلے کو چار چاند لگایا ہے اس کے علاوہ دیگر ثقافتی شعبوں کے حوالے سے بھی علم افروز معلومات اور مضامین شامل ہیں۔ ہماری امید ہے کہ آئندہ شماروں میں خیبرپختونخوا کے مزید زبانیں شامل کئے جائیں گے اس سے نہ صرف ان زبانوں کی فروغ ممکن ہوسکے گی بلکہ ان زبانوں کی ادب اور ثقافت محفوظ بھی ہوجائے گی اور اسی طرح ان زبانوں کو فروغ کے لئے ایک معیاری پلیٹ فارم بھی فراہم ہوجائے گا۔ خیبرپختونخوا میں بولی جانے والے تمام زبانیں ہماری اپنی زبانیں ہیں اور ہم انکی تحفظ اور فروغ کے لئے کوشاں ہیں اور ایک ایسا وقت آرہا ہے کہ خیبرپختونخوا کی زبانوں کی ادب بین الاقوامی ادب کے مقابلے کے قابل ہوجائیگی۔ ہماری امید ہے کہ ہم خیبرپختونخوا کو نہ صرف قومی سطح پر بلکہ بین الاقوامی سطح پر ایک پر امن اور صحت مند ادبی اور ثقافتی سرزمین کے طور متعارف کر رہے ہیں جس سے عالمی سطح پر مملکت خداد پاکستان کی حیثیت اور بھی مضبوط اور عالمی معیار کے مطابق بن جائے گی۔

ان زبانوں کی شمولیت سے نہ صرف شمارہ ہذا کی حیثیت میں نمایاں فرق آگیا ہے بلکہ ان زبانوں کو تقویت بھی مل گئی ہے۔ یون کی شعوری کوشش ہے کہ خیبرپختونخوا کی ثقافت کو اجاگر کر کے بین الاقوامی برادری کی توجہ اپنی جانب مبذول کراوائی جائے۔ اور یقین واثق ہیں کہ یون خیبرپختونخوا کی تقدیر بدلنے کے لئے بہار کے تازہ ہوا کا پہلا جھونکا ثابت ہوگا

خیبرپختونخوا میں ثقافتی اور ادبی تنوع کی وجہ سے ثقافتی صنعت کو مضبوط کرنے اور نئے سرے سے قائم کرنے کے کافی مواقع موجود ہیں۔ یون ثقافتی صنعت کی مضبوطی میں اپنی لکھاریوں کے ذریعے مہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ شمارہ ہذا میں ادب اور ثقافت کے حوالے سے ایسے مضامین شامل ہیں جو قارئین کی معلومات میں بیش بہا اضافے کا حامل ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں اگر ایک طرف پشاور کی چپل کی تاریخ کے حوالے سے دلچسپ معلومات ہے تو دوسری طرف پشتو فولکلور پر بھی اچھے خاصے معلومات یون کی زینت بنی ہوئی ہے اسی طرح جنوبی اضلاع کے ثقافتی میلوں نے

محکمہ ثقافت خیبرپختونخوا کی تاریخ کے پہلے ای ثقافتی مجلے کا پہلا شمارہ جنوری تا مارچ ۲۰۱۷ جاری کیا گیا۔ جس میں ثقافت کے فروغ اور ترقی و ترویج کے حوالے سے مختلف موضوعات پر مضامین شامل تھے۔ چونکہ خیبرپختونخوا میں انٹرنیٹ پر رسائل و جرائد سے زیادہ تر لوگ آشنا نہیں ہیں لیکن پر بھی ”یون“ کو ادبی اور ثقافتی حلقوں نے سراہتے ہوئے نہ صرف اسکو ڈاؤن لوڈ کر دیا بلکہ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر بھی ”یون“ کی پزیرائی کی گئی اس کے علاوہ شمارہ ہذا کے لئے خیبرپختونخوا کے سینئر لکھاریوں کے ساتھ ساتھ نوجوانوں نے بھی اپنی اپنی کاوشیں ارسال کر دی ہیں جو کہ یون کے لئے حوصلہ افزاء بات ہے۔ ہمارے لئے خوشی کی بات یہ بھی ہے کہ شمارہ ہذا میں مزید خیبرپختونخوا کے پانچ زبانوں کو شامل کیا گیا جس انگریزی،اردو، پشتو اور ہندکو کے ساتھ ساتھ کہوار، گوجرو، کلاش، کوہستانی اور سرائیکی شامل ہیں جس میں تاریخ میں پہلی بار گجرو اور کوہستانی زبان کسی مجلے کا حصہ بن گئی ہے۔

# EDITORIAL

## *The journey of Yoon*

The first quarterly edition of Yoon for the quarter Jan-Mar 2017 was launched on 15th February containing articles and work regarding cultural heritage of KP. Despite the less penetration of digital technology in KP, Yoon was appreciated on relevant forums including literary circles and electronic and print media. The magazine was downloaded and reviewed positively.

For the current edition, not only the senior writers and scholars, youth writers also actively participated in the provision of contents in the form of articles highlighting different cultural components, literature and cultural

challenges. It is encouraging to say that the current edition has contents of Hindko, Khowar, Gujro, Kalash, Kohistani and Saraiki languages as well as Pashto, Urdu & English. This is a positive achievement in comparison to previous edition which had articles from only four languages. This will help in promoting the writing culture of these diverse languages of KP.

One of the objective of Yoon is to promote the rich and diverse cultural heritage of the province, both at national and international levels. The current edition has contents regarding wide subjects of cultural heritage including folklore, disaster

management & cultural heritage, urbanization & cultural dilemma, jarga system, children cultural games, festivals of Laki Marwat, Pashto films and so on.

Our aim is to increase the contents particularly from the diverse languages of KP. This will provide a significant opportunity to promote the languages and literature communities as well as safeguarding and promoting the diverse culture heritage of the province.

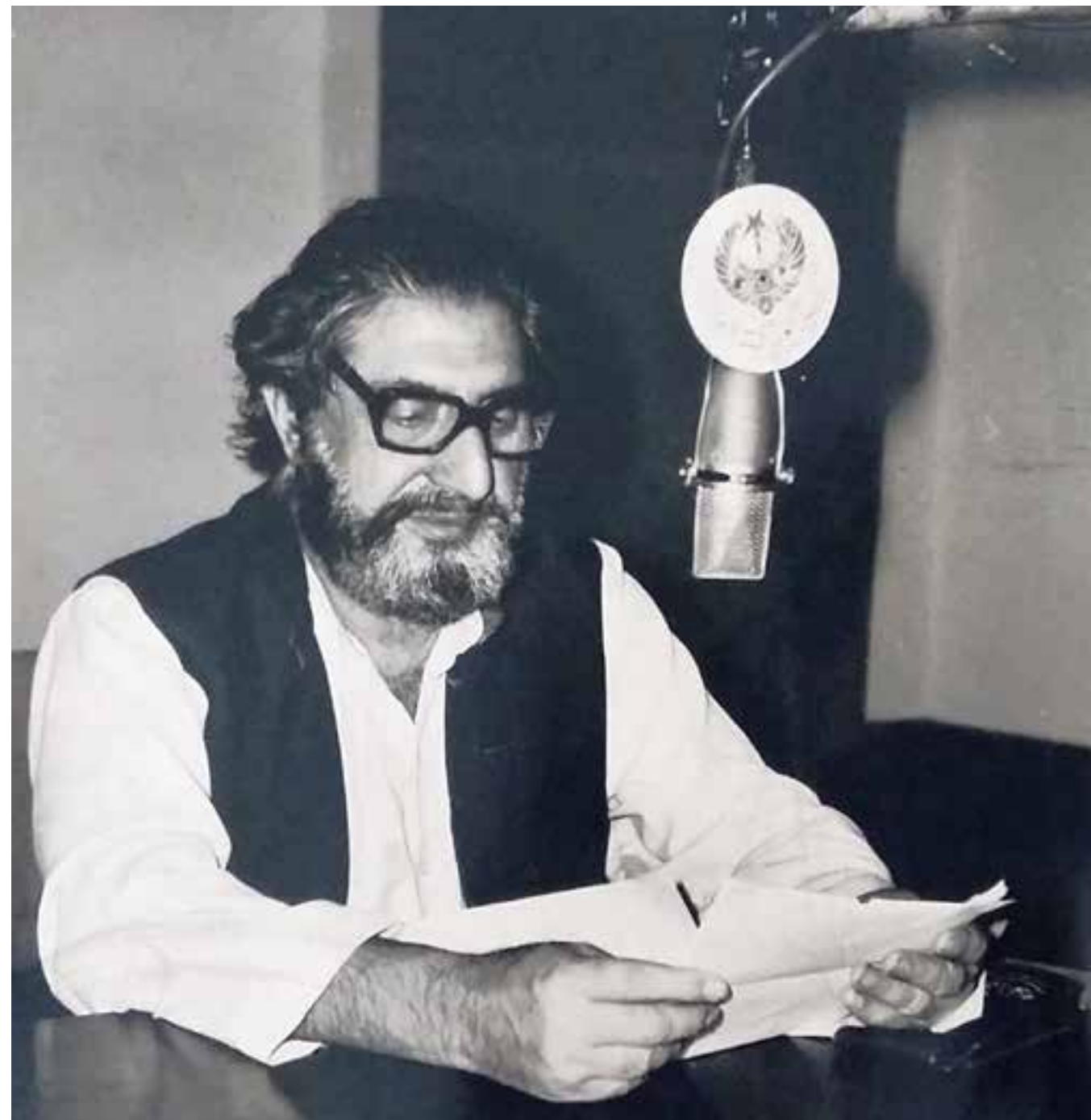
We look forward for your positive reviews.



میں اپنے خیالات کا اظہار کیا، مرحوم پطرس بخاری اُس وقت آل انڈیا ریڈیو کے ڈائریکٹر جنرل تھے۔ اس دور میں جن پروگراموں کو بے مقبولیت حاصل ہوئی اُن میں قاضی حبیب اللہ مرحوم اور عبداللہ جان مرحوم کا پروگرام ”د دوستانو“ خبرے اترے ”۴۲ سال کے طویل عرصے تک نشر ہوتا رہا۔ ان کے بعد اس پروگرام میں رحیم شاہ نسیم، گل احمد خان اور دیگر نے بھی اپنے فن کے جوہر دکھائے۔

نشریاتی سفر آگے بڑھاتو ریڈیو پشاور نے خصوصی طور پر پشتو موسیقی کی خوب سرپرستی کی جس کی اصل وجہ شاید یہ تھی کہ عرصہ دراز سے لوگ رحمان بابا کے کلام کو موسیقی کے ساتھ سننے کے دلدادہ تھے اور برطانوی حکومت نے پشتون قبائل کی رحمان بابا سے اس روحانی نسبت کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اکثر و بیشتر گلوکاروں کی آوازوں میں رحمان بابا ہی کے کلام نشر کرنا شروع کر دیئے۔

”حجرہ“ جس کو پشتون کلچر میں ایک اہم اور بنیادی حیثیت حاصل ہے کے نام سے ایک پروگرام شروع کر کے چند کرداروں کو متعارف کروایا گیا جن کو سن کر ہر کسی کو یہ احساس ہوتا تھا کہ یہ کردار میرے گھر اور میرے ہی محلے کی



سیکرٹریٹ کے صرف دو کمروں پر مشتمل تھی۔ صوبہ سرحد کے اُس وقت کے گورنر سرالف گرفتھ نے ریڈیو پشاور کا افتتاح پشتو زبان میں کیا۔ اس طرح ریڈیو پشاور کو برصغیر اور سرزمین پاکستان کے پہلے نشریاتی ادارے کا اعزاز حاصل ہوا۔ جناب محمد اسلم خٹک جو علی گڑھ یونیورسٹی میں چوہدری رحمت علی کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے اور ایک آزاد مملکت کے لیے ”پاکستان“ کا نام تجویز کرنے میں ساتھ ساتھ تھے کو آل انڈیا ریڈیو پشاور کا پہلا سربراہ مقرر کیا گیا۔

جناب محمد اسلم خٹک کو پشتو ادب پر مکمل دسترس حاصل تھی وہ پشتو کے پہلے ڈرامے ”دوینوجام“ کے خالق تھے اس لیے برطانوی حکومت نے اُن کو ریڈیو پشاور کا پہلا اسٹیشن ڈائریکٹر مقرر کر کے ایک احسن فیصلہ کیا۔ ابتدائی دور میں جن لکھاریوں اور صدا کاروں نے ریڈیو پاکستان پشاور کی وساطت سامعین کے جذبات کی پزیرائی کی اُن میں اسلم خٹک مرحوم کے علاوہ ایک بہت بڑے لکھاری عبد الکریم مظلوم مرحوم، ارباب ہدایت اللہ مرحوم اور اجمل خٹک مرحوم کے نام قابل ذکر ہیں۔ 1935 سے قبل خیبر پختونخوا کے پشتو فنکار دہلی کے بزم اسٹروائس بنگافون، ریگل اور دیگر کمیشنل کمپنیوں میں نغمے ریکارڈ کرواتے تھے جن کے ڈسک ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوجاتے، ریڈیو پشاور کے قیام کے بعد اکثر ریکارڈنگ کمپنیوں نے پشاور کا رخ کیا۔ گو کہ اس سے قبل لوگ گراموفونز کے ذریعے پشتو نغمے سُنا کرتے تھے لیکن ریڈیو کے ذریعے لوگوں کی باتیں، تبصرے، لائیو نغمے سننا ان کے لیے کسی معجزے سے کم نہ تھا۔

مارکونی کمپنی کی جانب سے بڑے بڑے جاگیرداروں اور خوانین کے حجروں میں ریڈیو سیٹ تقسیم کیے گئے وہ بزرگ جو اب بھی بقید حیات ہیں، کے مطابق ہر شام ان خوانین کے حجروں میں ایک مجمعہ لگا رہتا تھا اور ہر کوئی ”حجرہ“ جیسے پروگراموں کے لیے بے تاب رہتا تھا اس فیصلے کے پیچھے جو بنیادی فلسفہ کارفرما تھا وہ یہ تھا کہ پختونوں نے کبھی بھی برطانوی حکومت کے سامنے اپنا سر نہیں جھکایا تھا اس لیے وہ ریڈیو پشاور کے ذریعے اپنی بات بلاواسطہ طور پر مقامی زبان میں ہر گھر تک پہنچانا چاہتی تھی۔

ریڈیو پشاور کے پروگراموں میں موسیقی اور ادب کے علاوہ زراعت کے فروغ کے لیے بھی پروگرام ہوتے تھے۔ بہت ہی مختصر عرصے میں ریڈیو پشاور کے سامعین کا حلقہ سینکڑوں سے بڑھتے ہوئے ہزاروں تک جا پہنچا۔ جب برطانوی حکومت کو احساس ہونے لگا کہ وہ ریڈیو ہی کے ذریعے تمام پختونوں کو اپنے موقف سے آگاہ کرسکتی ہے تو عارضی بنیادوں پر قائم ریڈیو کو مستقل حیثیت دینے کے لیے 16 جولائی 1942 کو تمام تر تکنیکی سہولتوں سے آراستہ نیا براڈکاسٹنگ ہاوس قائم کیا گیا جو پورے خطے کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ صوبہ سرحد کے اُس وقت کے گورنر جارج کنگھم نے بھی اپنی پشتو تقریر سے اس نئے براڈکاسٹنگ ہاوس کا افتتاح کیا جبکہ اردو ادب کے بڑے نام مرحوم پطرس بخاری نے اردو

## ریڈیو پشاور سے ریڈیو پاکستان پشاور تک “نشریات کے 82 سال”

لائق زادہ لائق (تمغہ امتیاز شعبہ ادب)

حصول پاکستان کے لیے برصغیر کے مسلمانوں کی قربانیوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ 1857 کی جنگ آزادی کے بعد 1885 میں آل انڈیا کانگریس کی بنیاد رکھی گئی تو وسیع النظر مسلمان رہنماؤں کو یہ احساس ہونے لگا کہ اس پارٹی میں ہندو مہاراجوں کی کھلی اکثریت کا یہ مطلب ہے کہ اگر اس پرچم تلے آزادی کی تحریک کامیاب ہو جاتی ہے تو مسلمانان ہند پھر بھی ایک محکوم قوم کی طرح زندگی گزاریں گے۔ چنانچہ 1906 میں مسلم لیگ کے قیام کا بنیادی مقصد برصغیر کے مسلمانوں کو اپنی آواز برطانوی حکومت تک پہنچانے کے لیے ایک مضبوط پلیٹ فارم مہیا کرنا تھا۔



ہندوں کی مخالفت کے باوجود مسلم لیگ نے مذہبی، لسانی اور ثقافتی بنیادوں پر ایک علیحدہ مملکت کے حصول کے لیے تحریک کو باقاعدہ شکل دی اور جب 1933 میں ایک علیحدہ مملکت کا نام پاکستان تجویز کیا گیا تو برطانوی حکومت کو یہ احساس ہونے لگا کہ اب اس خطے میں تبدیلی کا آنا ناگزیر ہے۔

6 مارچ 1935 کو پشاور میں تجرباتی بنیادوں پر ایک نشر گاہ قائم کی گئی جو



بڑے فنکاروں نے لازوال نغمے گا کر ریڈیو پاکستان پشاور کے سامعین میں بے پناہ اضافہ کیا۔ جناب عمر ناصر کے مطابق اردو اور پشتو موسیقی کا علیحدہ علیحدہ آرکسٹرا تھا اور یہ لوگ ریڈیو پاکستان کے مستقل ملازم تھے۔ سامعین کی تعداد اس حد تک جا پہنچی تھی کہ روزانہ مختلف پروگراموں کے لیے ایک بوری سے زیادہ خطوط آتے تھے۔ جناب عمر ناصر ریڈیو میں آنے سے قبل بھی ڈرامہ لکھنے کے رموز سے واقف تھے انہوں نے اس عرصے میں بہت سارے قد آور لکھاریوں کو ریڈیو کے لیے لکھنے کا سلیقہ سکھایا جن میں ڈاکٹر اعظم اعظم، ڈاکٹر ہمایوں ہما، مرحوم افضل رضا، مرحوم ساحر آفریدی اور دیگر شامل ہیں انہوں نے جن صداکاروں کو مائیک پر مکالمے بولنے کی گرسکھائے، ان میں اس وقت کے لیجینڈ ممتاز علی شاہ، سید سردار بادشاہ، قاضی محمد خامس، بیگم اے آر نیازی اور دیگر شامل ہیں۔ 79 سال کی عمر میں جناب عمر ناصر اب بھی ایک غیر سرکاری ادارے کے ساتھ منسلک ہیں اور پشتو ڈرامے کو وقت کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنے میں مصروف ہیں۔ دوسری طرف اردو ڈرامے کو پشاور میں بام عروج تک پہنچانے میں مرحوم باسط سلیم، مرحوم فقیر حسین ساحر اور جناب مشتاق شہاب جیسے عظیم لکھاری براڈکاسٹرز کی شہانہ روز محنت کو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

1972 میں ایک ایکٹ کے ذریعے ریڈیو پاکستان کو پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن میں تبدیل کیا گیا۔ ایس ایس نیازی جو اس سے قبل ریڈیو پاکستان پشاور کے ریجنل ڈائریکٹر تھے نے ”اسٹیشن ڈائریکٹر“ کا عہدہ سنبھالا۔ اسی عشرے کے دوران 1974 میں جناب نثار محمد خان نے سنٹرل پروڈکشن یونٹ لاہور میں پشتو



کی اپنی آواز تھی، مرحوم عبداللہ جان مغموم کے مطابق لوگوں کو پاکستان سے جنون کی حد تک محبت تھی۔ توصیفی خطوط کا ایک نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو گیا اور ریڈیو پاکستان پشاور نے باقاعدہ طور پر اپنے نشریاتی سفر کو آگے بڑھانا شروع کیا۔ اپنے اس سفر میں ریڈیو پاکستان پشاور نے بہت سارے قد آور لکھاریوں کو متعارف کیا جن میں امیر حمزہ خان شنواری جنہوں نے دہلی میں رہتے ہوئے اردو شاعری میں کمال حاصل کیا تھا۔ کئی ایک ڈرامے تخلیق کرنے کے ساتھ ساتھ اُن میں خود صداکاری بھی کی تھی یہ ڈرامے ڈسک کی شکل میں اب بھی موجود ہیں اس کے ساتھ ساتھ امیر حمزہ خان شنواری کو 1940 میں پشتو کی پہلی فلم لیلیٰ مجنوں لکھنے کا اعزاز بھی حاصل ہے اُن کے ساتھ ساتھ علم عروض کے بادشاہ سمندر خان سمندر، جنکو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے کلمہ طیبہ کی تفسیر لکھی جو دس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے ریڈیو پاکستان پشاور سے منسلک ہو گئے۔ ایک عام لکھاری ریڈیو پاکستان پشاور کے قلم کاروں میں شامل ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اردو ادب کے احمد فراز، خاطر غزنوی جیسے لوگوں کو بھی ریڈیو پاکستان پشاور ہی نے اپنی شناخت دی۔ موسیقی میں اُستاد سبز علی خان جنہوں نے آزادی سے قبل بہت سارے ڈراموں میں صداکار کے طور پر کام کیا تھا اور ساتھ ساتھ پشتو گلوکاری میں بھی اُن کا انداز ہر کسی سے منفرد تھا کوسانگ سپروائزر مقرر کیا گیا جنہوں نے موسیقی کے شعبے میں کاربائے نمایاں انجام دئیے۔

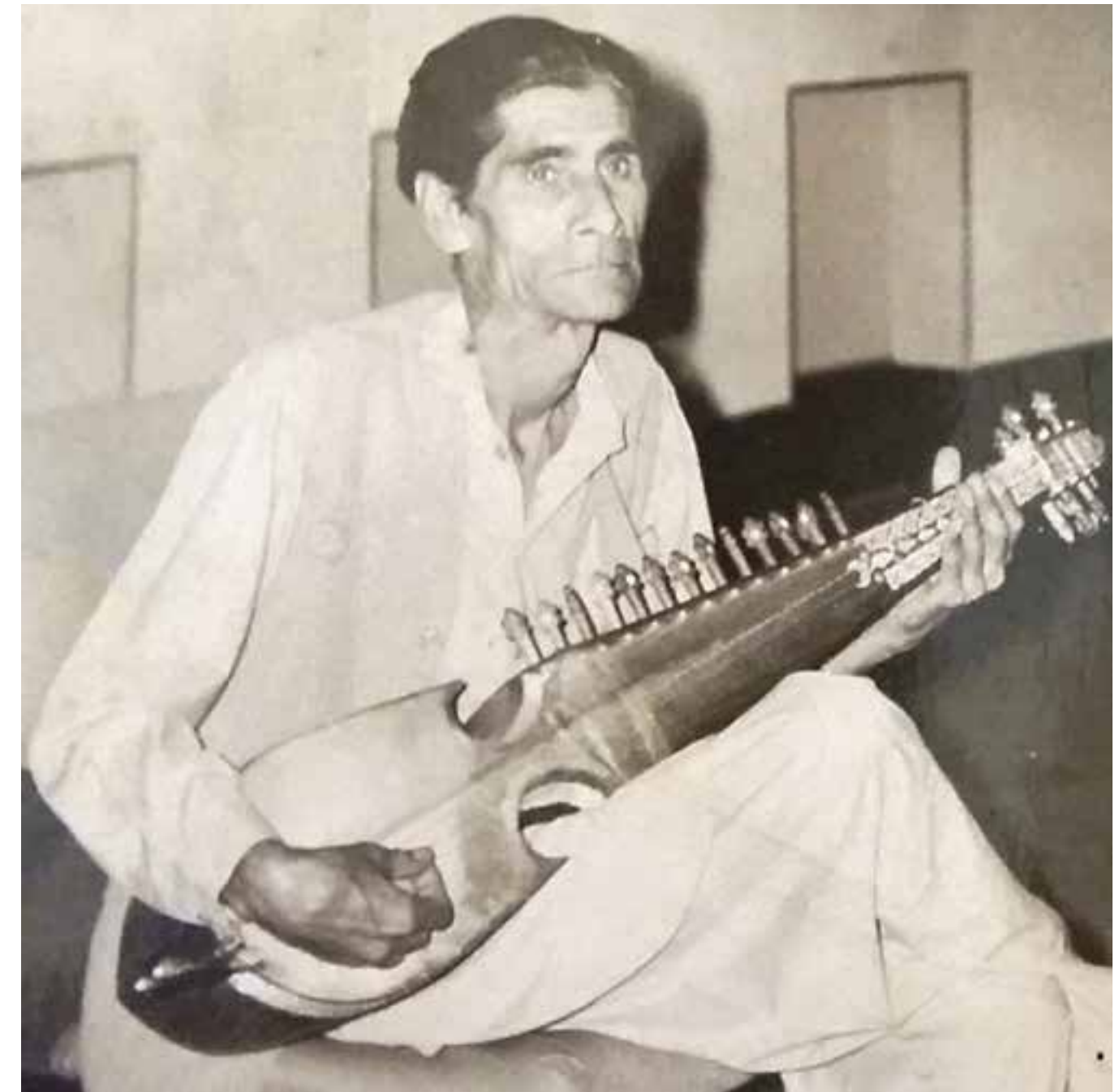
1947 سے 1950 تک ریڈیو پاکستان پشاور سے براہ راست نشر ہونے والے پروگراموں میں با چا زرین جان کا نام قابل ذکر ہے جنہوں نے 1948 میں موسیقی کے پروڈیوسر شادامرتسری کی موجودگی میں پشتو کے ساتھ ساتھ جناب حفیظ جالندھری مرحوم جو قومی ترانے کے خالق ہیں کا کلام گا کر ریڈیو پاکستان پشاور کو ایک نئی پہچان دی۔ اس عرصہ میں ”د حق آواز - د بیدارئے اعلان“ پروگرام خاصا مقبول ہوا جو مختصر دورانیے کا پروپینگنڈہ پروگرام تھا۔ جناب ڈاکٹر ہمایوں ہما کے مطابق اس دہائی میں ”نوے ترنگ“ کے نام سے پشتو موسیقی کا ایک پروگرام خاصا مقبول ہو اس کا دورانیہ صرف 5 منٹ ہوا کرتا تھا جس کے پروڈیوسر جناب محبوب علی خان تھے۔

1960 کی دہائی میں محترم قاضی غلام سرور، محترم حمید اصغر، محترم محبوب علی خان، محترم نواب علی خان، مرحوم رشید علی دھقان، مرحوم فقیر حسین ساحر، مرحوم ارباب رشید احمد خان مرحوم باسط سلیم، ہملٹن جیمز، محترم ارباب عبدالودود، جناب تاج محمد خان، محترم میثاق حسین، مرحوم نثار مظلوم، مرحوم افسر شاہ کاکا خیل، مرحوم اشرف مفتون، مرحوم سید عبدالجبار اور جناب عمر ناصر جیسے کہنہ مشق پروڈیوسرز نے ادب اور موسیقی کے فروغ میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ پشتو موسیقی میں میڈم کشور سلطان، میڈم گلنار بیگم اور دیگر کے بعد میڈم معشوق سلطان، گلریز تبسم، ہدایت اللہ جیسے

بات کر رہے ہیں حجرہ کے کرداروں میں شاہ پسند خان (رحیم شاہ نسیم)، پائندہ خان (عبداللہ جان مغموم) اور توکل خان (شہزاد خان) جیسے بڑے براڈکاسٹر، لکھاری شامل تھے۔ ریڈیو کے تمام کاکنوں کو اپنے کام سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا اور یہی وجہ تھی کہ دور دراز کے سامعین ریڈیو پشاور کے صداکاروں، فنکاروں اور پروڈیوسروں کی ایک جھلک دیکھنے کے کو ترستے تھے۔

جب جنوبی ایشیا کی قربانیاں رنگ لائیں اور برطانوی حکومت تقسیم ہند کے فارمولے کے تحت پاکستان کو ایک آزاد حیثیت دینے پر مجبور ہو گئی تو یہ ریڈیو پاکستان پشاور ہی تھا جہاں سے 1947 کی درمیانی شب عبداللہ جان مغموم جو آزادی سے قبل مقبول پروگرام حجرہ میں پائندہ خان کے نام سے مقبول تھے نے بڑے فخریہ انداز میں یہ کہا کہ ”دا ریڈیو پاکستان پیخور دے“ جبکہ اُردو میں یہ سعادت جناب آفتاب احمد کو نصیب ہوئی۔

چند لمحے قبل کا ”آل انڈیا ریڈیو پشاور“ اب ”ریڈیو پاکستان پشاور“ میں تبدیل ہو چکا تھا پورے خطے کے باسی ریڈیو پاکستان پشاور کے پروگرام سُننے کے لیے بے تاب ہونے لگے تھے اس لیے کہ اب یہ ایک آزاد اور خود مختار مملکت پاکستان





کے بے شمار پرانے نغموں کو نئی دھنوں کے ساتھ ریکارڈ کرا کر پشتو ن کلچر پر وہ احسان کیا جو ہمیشہ سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

جولائی 1977 میں مارشل لاء لگنے اور پھر 1979 کے دوران افغانستان میں اقتدار کی تبدیلی نے ریڈیوپاکستان پشاور کی ذمہ دایوں میں مزید اضافہ کر دیا۔ عرصہ دراز سے نشر ہونے والے پروگرام ”ہندارہ“ میں کاونٹر پبلسٹی کے ذریعے پاکستان کے اصولی موقف کو موثر انداز سے اجاگر کیا گیا۔ اپنے وقت کے معروف لکھاری مرحوم مراد شنواری، کپٹن احسان دانش، محترم طاہر بخاری ، اور مرحوم سید رسول رسا پروگرام کا مسودہ لکھتے اور مرحوم تاج نبی، جناب انور علی، اور مرحوم عنایت اللہ گل جیسے بڑے صدا کار ان مسودات کو پروگرام میں نشر کرتے۔

1980 کے دہائی میں جناب سردار محمد ، مرحوم شرف الدین مخلص، جناب مشتاق احمد شباب، جناب امین اللہ داودزئی جناب فضل سبحان، جناب عرفان اللہ عرفان، جناب نور البصر، جناب ایس ایم اسحاق، جناب ایم کے شاہد ، اور جناب سردار علی خان جیسے کل وقتی پروڈیوسروں نے اپنے پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ادب، ثقافت، ذراعت اور موسیقی میں نئے نئے تخلیق کاروں اور صداکاروں کو متعارف کیا۔

1990 کی دہائی میں نشریات کا یہ سفر آگے بڑھا اور بہت سارے نئے پروگرام شروع کرنے کے ساتھ ساتھ نئے فنکاروں کی تلاش کیلئے ”نوعے ترنگ“ پروگرام ایک نئے انداز سے شروع کیا گیا جس کی میزبان شائستہ اسرار تھیں۔ جس میں ایک اندازے کے مطابق 200 کے قریب نئے شوقیہ گلوکاروں کو متعارف کیا گیا جن میں چند ایک کو آج بین الاقوامی مقبولیت حاصل ہے ۔ اس عشرے میں محترم عنایت اللہ ضیاء ، مرحوم ہدایت اللہ ہمدرد، مرحوم عثمان خان داودزئی، مرحوم گوہر علی گوہر، محترمہ تہمینہ صدیقی، محترمہ سیدہ عفت جبار، جناب امیرنواز مروت، جناب ظفر اللہ ظفر، جناب ظاہر شاہ آفریدی، جناب رشید احمد، جناب طفیل احمد کے علاوہ کئی اور پروڈیوسر قابل ذکر ہیں ۔

2000 کی دہائی میں ریڈیو پاکستان پشاور نے قومی خدمت میں اہم کردار ادا کیا ، پرانے نغموں کے پروگرام ” تیر ہیر آوازونہ “ کے ذریعے 20 ویں صدی کے اوایل کے فنکاروں کی آوازوں میں ہزاروں نغمے جمع کئے گئے اس پروگرام کا ٹائٹل راقم الحروف نے تجویز کیا اور اُس وقت کے سٹیشن ڈائریکٹر نثار محمد خان نے اس کی منظوری دینے کے ساتھ ساتھ رہنمائی اور نگرانی کی یوں ایک قومی اثاثہ محفوظ ہو گیا ۔ سامعین کی جانب سے فن کاروں کی زندگی سے تعلق مختصر معلومات اور تصاویر کو باقاعدہ دستاویز کی شکل دینے کیلئے 1911 میں “ فن کار نہ مری ” کتاب تخلیق کی گئی جس پر نثار محمد خان نے حقائق کی روشنی میں ۳۲ صفحے کا ایک طویل دیباچہ لکھا ۔ راقم کی یہ کتاب پشتو موسیقی کے حوالے سے بیسویں صدی کے اوائل کے فن کاروں اور ان کی زندگی کے بارے

میں قومی اور بین الاقوامی سطح پر پہلی مستند گردانی جاتی ہے ۔ جس کے بعد محکمہ ثقافت نے 2013میں اردو ترجمہ “ فن سے فن کار تک ” کے عنوان سے کیا۔ دوسری طرف 2007 میں دہشت گردی کی لہر نے ریڈیو پاکستان پشاور کی قومی ذمہ داریوں کو اور بڑھادیا ۔ اس عرصے میں ریڈیو پاکستان پشاور کے نووارد پروڈیوسر حبیب النبی، محمد بلال، فائق نواز ،اصغر خان مہمند ، فرہاد انور یوسفزئی، اکرام اللہ مروت نے ملاکنڈ سے بے گھر ہونے والے افراد کی بحالی میں نہایت موثر کردار ادا کیا ، گزشتہ چند سالوں میں ریڈیو پاکستان پشاور نے ضربِ غضب سے متعلق سامعین کی آگاہی کے ساتھ ساتھ قبائلی علاقوں سے بے گھر ہونے والوں کی آواز پورے ملک تک پہنچائی اور معاشرے سے دہشت گردی کے ناسور کے خاتمے کیلئے خصوصی نغموں ، ڈراموں اور فیچرز کے ذریعے قومی شعور کو بیدار کیا ہے۔

آج جب ریڈیو پاکستان پشاور اپنی 82 ویں سالگرہ منا رہا ہے تو یہاں کی نشریات 400 اور 100کلواٹ میڈیم ویو ٹرانسمیٹرز کے ذریعے پورے ملک تک پہنچ رہی ہیں ۔ اُردو، پشتو ، ہندکو، چترالی اور دری زبانوں میں نشر ہونے والے پروگراموں کاروزانہ دورانیہ تقریباً 17 گھنٹے ہے۔ یہاں کے تمام کارکنوں میں محنت اور لگن کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ شعبہ انجینئرنگ، شعبہ ایڈمن، شعبہ اکاؤنٹس، شعبہ خبراور شعبہ پروگرام میں باہمی ہم آہنگی ہر طرح سے قابل ستائش ہے ، اس لئے کہ جب تک ٹیم ورک کا احساس موجود نہ ہو ، آگے بڑھنے کا خواب پورا نہیں ہو سکتا۔ صوبہ خیبر پختونخوا کے گورنر جناب اقبال ظفر جھگڑا نے ریڈیو پاکستان پشاور کے مجموعی کارکردگی کو سراہتے ہوئے 82ویں سالگرہ کے موقع پر اپنے خصوصی پیغام میں کہا ہے کہ

“ریڈیو پاکستان پشاور سٹیشن کی 82 ویں سالگرہ کے موقع پر ادارے کے کارکنوں اورانتظامیہ کو مبارکباد کے یہ الفاظ تحریر کرتے ہوئے مجھے دلی مسرت محسوس ہو رہی ہے۔ گو کہ ابتداء میں اس تاریخی ریڈیو سٹیشن کاقیام اس خطے کے کاشتکار و زمیندارحضرات کی رہنمائی اورزراعت کافروغ تھا لیکن اس خطے کے عوام میں سیاسی ، سماجی ومعاشرتی شعوراجاگر کرنے اور آگاہی کے فروغ کے سلسلے میں بھی اس ادارے کی خدمات مسلمہ ہیں۔ثقافتی ولسانی نقطہ نظر سے دیکھا جائے یا تعلیم و ادب کے حوالے سے جانچا جائے توریڈیو پاکستان پشاور نے جس انداز سے عوام میں حب الوطنی اورقومی یکجہتی کے استحکام میں اپنا کردار ادا کیا وہ وطن عزیز کی قومی تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے۔

امسال اس تاریخی ادارے کی سالگرہ ایسے وقت میں منائی جارہی ہے جب وزیراعظم محمدنوازشریف کی قیادت میں وفاقی کابینہ نے وفاق کے زیرانتظام قبائلی علاقہ جات کے عوام کو ترقی وخوشحالی کی قومی جدوجہد میں پوری قوم کے ساتھ ہم قدم ہونے کا موقع فراہم کرنے کا اصولی فیصلہ کرلیاہے۔وطن عزیز کی قومی تاریخ کایہ منفرد موقع اپنے اندرباہمی اخوت ومحبت کا بے مثل

#### April - June 2017 Edition

جذبہ سموئے ہوئے ہیں۔ آزادی حاصل ہونے کے 70 برس بعدتاریخ ساز فیصلہ ممکن بنانے میں اس ادارے کے کردار کو بھی نظر انداز نہیں کیاجاسکتا۔ اس اہم پیش رفت پر قبائلی عوام کے ساتھ ساتھ ریڈیو پاکستان پشاور کے کارکنوں اور انتظامیہ کاجذبہ بھی بجاطور پر ستائش کامستحق ہے۔

میں سمجھتاہوں کہ آج جبکہ بحیثیت قوم ہم اپنی قومی تاریخی کے ایک نئے موڑ پر ہیں، قومی یکجہتی واستحکام کے سلسلے میں اس ادارے کا کردار بدستوراہمیت کاحامل ہے۔ یہ نیا دورجہاں ہمیں بہت سی آزمائشوں سے گزرنے کا احساس دلاتاہے وہاں زندگی کے ہرمیدان میں کامیابیوں کے متعدد سنگ میل بھی ہمارے لئے اطمینان کاباعث ہیں۔

میری دلی تمنا ہے کہ ریڈیو پاکستان پشاور کی انتظامیہ اورکارکن قومی زندگی کے اس نئے سفر میں بھی نہ صرف خطے کے عوام کی ہرمیدان میں نتیجہ خیز رہنمائی وکامیابی کausیلہ ثابت ہوں بلکہ حکومت اورعوام کے مابین بامقصد تعلقات وروابط کے استحکام میں بھی معاون ثابت بنے۔بہت بہت شکریہ”

ریڈیو پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل محترمہ صبا محسن رضا نے بھی اس تاریخی دن کی مناسبت سے ریڈیو پاکستان پشاور کے تمام کارکنوں کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا ہے کہ

”سب سے پہلے سالگرہ کے موقع پر میں ریڈیو پاکستان پشاور کے تمام ملازمین اور اس سے وابستہ تمام لوگوں کو مبارکباد پیش کرتی ہوں اور اس بات کا اعتراف



خٹک، شہلا مرتضیٰ، سردار اعظم خان اور فضل کریم کے نام قابل ذکر ہیں۔



پاکستان پشاور کی ہر حوالے سے بہت بڑی خدمات ہیں جس کے لیے آپ تمام کارکنان مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ریڈیو پاکستان پشاور کی 82 ویں سالگرہ پر کے موقع پر میں ایک بار پھر آپ سب کو مبارکباد دیتی ہوں۔ میری خواہش اور دُعا ہے کہ محنت اور لگن کا یہ سفر ہمیشہ جاری و ساری رہے۔“

ڈائریکٹر جنرل محترمہ صبا محسن رضا، ڈائریکٹر پروگرام جناب خورشید احمد ملک اور کنٹرولر ہوم جناب فیاض احمد بلوچ کی ہدایت کی روشنی میں سامعین کی دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے ریڈیو پاکستان پشاور کے پروگراموں میں مثبت تبدیلیاں لائی جارہی ہیں۔ اس ادارے کے تمام کارکنوں میں محنت اور قومیت کا جذبہ کل کی طرح آج بھی توانا ہے۔ اس لیے کہ یہ ملک ہم سب کا ہے اور ہم نے اس کو ایک مثالی ریاست بنانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنا ہے۔ گذشتہ ۴ ماہ کے مختصر عرصے میں ریڈیو پاکستان پشاور کی تزئین و آرائش کے ساتھ کئی ایک نئے پروگرام شروع کئے گئے۔ نئی آوازوں کو متعارف کیا جا رہا ہے اور ان تبدیلیوں کو پورے خیر پختونخواہ میں سراہا جا رہا ہے۔ تبدیلی کے اس سفر میں نئے شامل ہونے والے پروڈیوسرز میں اعزاز علی خان گوہر، جواد محمد

کرتی ہوں کہ ریڈیو پاکستان پشاور نے جب سے نشریات کا آغاز کیا ہے، آج تک ہر شعبے میں بہترین خدمات پیش کی ہیں۔ لوگوں کو معلومات پہنچانے کا سہرا بھی ریڈیو پاکستان پشاور کے سر ہے۔ خاص طور پر ہنگامی حالات میں ریڈیو پاکستان کا کردار ہم سب کے سامنے ہے کہ جہاں کوئی آواز نہیں پہنچتی، کمیونیکیشن کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا، وہاں ریڈیو پاکستان، پاکستان کے اندر اور پاکستان کے باہر تمام خبریں، لوگوں کے مسائل اور ان مسائل کے حل کے لیے معلومات لوگوں کو دیتا رہا ہے۔

آج کا جو ریڈیو ہے وہ 82 سال پہلے کے ریڈیو سے بہت مختلف ہے کیونکہ میڈیا کی ترقی کے ساتھ ساتھ ریڈیو کی نشریات میں بھی ترقی ہو رہی ہے، نئی ٹیکنالوجی آ رہی ہے جس کے ساتھ ریڈیو پاکستان نے ہم آہنگی پیدا کرنی ہے اور اسی کے ساتھ اپنا نیا سفر شروع کرنا ہے۔ اس مقصد کے لیے ہیڈ کوارٹر اور حکومتی سطح پر کام ہو رہا ہے، نئے پراجیکٹ متعارف کئے جارہے ہیں اور حکومت کی کوشش ہے کہ ریڈیو کی ترقی ہر سطح پر ہو۔

جہاں تک ریڈیو پاکستان پشاور کا تعلق ہے تو اس تاریخی ادارے نے اپنے 82 سالہ نشریاتی سفر میں ادب، موسیقی، میں خاص طور پر بڑے بڑے نام متعارف کروائے جن میں زیڈ اے بخاری، احمد فراز، اجمل خٹک، امیر حمزہ خان شنواری، استاد خیال محمد اور گلنار بیگم جیسے بڑے نام شامل ہیں۔ اس طرح میں سمجھتی ہوں کہ ریڈیو

شیخانی اور کام ویری یا کامدیشی زبانیں بھی بولی جاتی ہیں۔

اب ہم دیر کوہستان کی طرف آتے ہیں۔ یہاں کلکوٹی زبان کلکوٹ کے قصبے اور آس پاس کی دیہات میں بولی جاتی ہے۔ دیر کوہستان کے تھل، لاموتی اور بریکوٹ کے علاقوں میں گاوری زبان بولی جاتی ہے اور یہی زبان سوات کوہستان کے بالائی علاقوں کالام، اوشو اور اتروڑ میں بھی بولی جاتی ہے۔ سوات کوہستان کے بالائی علاقوں میں گوجری زبان بولنے والوں کی بھی ایک معقول تعداد موجود ہے۔ اسی طرح کالام اور مدین کے درمیان تقریباً چالیس کلومیٹر علاقے میں توروالی بولی جاتی ہے جو مقامی طور پر گاوری کی طرح کوہستانی کہلاتی ہے۔ مدین قصبے کے مشرق میں چیل وادی کے بعض دیہات میں اوشو نامی زبان بولی جاتی ہے اور یہی کسی زمانے میں بدیشی بھی بولی جاتی تھی لیکن آج یہ زبان معدوم ہوگئی ہے۔ بہت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ زبان ایتھنولاگ والوں کے ریکارڈ میں نام کی حد تک موجود ہے لیکن اس کے بولنے والے نہیں ملتے۔

سوات کے پڑوس میں ہزارہ ڈویژن کا ضلع انڈس کوہستان واقع ہے جہاں دریائے سندھ کے مشرقی کنارے جلکوٹ، پالس اور کولائی وادیوں میں شینا کوہستانی اور مغربیکنارے پٹن، دوہیر اور کنڈیا کے علاقوں میں انڈس کوہستانیزبان بولی جاتی ہے۔ یہی پالس کے قریب ہی چیلیسو زبان بھی بولی جاتی ہے اور کولائی کے علاقے میں واقع مہرین نامی گاؤں میں گاورو زبان بولی جاتی ہے جبکہ ضلع کے جنوب میں بشام کے قریب بٹیڑا کے علاقے میں بٹیڑی زبان بولی جاتی ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ ساری زبانیں ماسوائے پشتو، اُرمڑی اور مڈاگلشٹی کے، زبانوں کے ہندآریائی گروہ سے تعلق رکھتی ہیں جبکہ مذکورہ زبانیں ہندایرانی شاخ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کے علاوہ یہاں ایسی زبانیں بھی ہیں جنہیں عموماً خیبرپختونخواہ کی زبانوں میں شمار نہیں کیا جاتا لیکن ان کے بولنے والوں کی تعداد لاکھوں میں ہے اور جو گذشتہ کئی دہائیوں سے پشاور اور اس کے اطراف میں آباد ہیں۔ بڑی مثال پشائی زبان بولنے والوں کی ہے جو روایتی طور پر افغانستان کے صوبہ کنڑ، ننگرہار اور دیگر علاقوں میں بولی جانے والی زبان ہے لیکن پشائی بولنے والی برادری ہزاروں کی تعداد میں پشاور اور پاکستان کے دوسرے علاقوں میں آباد ہے۔



تو دوسری طرف کاکڑ، مروت اور درانی لہجے ہیں۔ یہی حال مغرب میں فاٹاکہ علاقوں خیبرایجنسی، اورکزئی ایجنسی سے لے کر کرم ایجنسی تک بھی ہے۔ بلکہ شمالی اور جنوبی وزیرستان تک پہنچتے پہنچتے پشتو لہجہ اس قدر تبدیل ہوچکا ہوتا ہے کہ باقی لہجوں والے مشکل سے سمجھ پاتے ہیں یا پھر سمجھتے ہی نہیں۔ یہاں ونیسی زبان بھی ہے جو اگرچہ پشتو کا لہجہ تصور ہوتا ہے لیکن وہ اس قدر مختلف ہے کہ ماہرین لسانیات اس کو الگ سے زبان خیال کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے خیبرپختونخوا کے جنوبی اضلاع کی پشتو کے لہجوں میں تحریری مواد نہ ہونے کے برابر ہے نہ ہی فلمیں اور ڈرامے موجود ہیں۔

جنوبی وزیرستان میں کئی گرم کے علاقے میں ایک الگ قدیمی زبان اُرمڑی بولی جاتی ہے جو پشتو کے کسی بھی لہجے سے یکسر مختلف ہے۔ اس کے بولنے والے برکی یا اُرمڑکہلاتے ہیں۔ خیبرپختونخوا کے انتہائی جنوب میں ڈیرہ اسماعیل خان اور ٹانک کے کچھ حصوں میں سرائیکی زبان بولی جاتی ہے جو کہ پنجاب کے جنوبی اضلاع کی بھی زبان ہے۔

خیبرپختونخوا میں پشتو کے بعد جو زبان سب سے زیادہ بولی جاتی ہے وہ ہندکو ہے اور اس کے بولنے والے ہندکووان کہلاتے ہیں۔ یہ زبان پشاور، کوہاٹ، ہری پور، ایبٹ آباد اور مانسہرہ میں بھی بولی جاتی ہے۔ اس کے کئی لہجے ہیں جن میں کوہاٹی، پشاوری اور ہزارہ ہندکو نمایاں ہیں۔ ضلع مانسہرہ کے علاقہ بالاکوٹ اور کاغان ناران میں اس کے ساتھ ساتھ پہاڑی اور گوجری زبانیں بھی بولی جاتی ہیں۔ ویسے گوجری زبان صوبہ خیبرپختونخواہ کی تیسری بڑی زبان ہے لیکن اس کے بولنے والے دور دراز علاقوں میں بکھرے ہوئے ہیں جیسے بونیر، سوات، دیر، چترال، شانگلہ اور ہزارہ ڈویژن وغیرہ۔ لیکن بدقسمتی سے گوجری بولنے والوں کی اکثریت نے اپنی زبان کو خیرباد کہا ہوا ہے۔

خیبرپختونخواہ کے شمال میں وادی چترال دس سے زیادہ زبانیں بولنے والوں کا مسکن ہے۔ پورے ضلع کی سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان کھوار ہے جسے قشقاری یا چترالی بھی کہا جاتا ہے۔ یہی زبان یہاں کی دیگر زبانیں بولنے والوں کے درمیان رابطے کی زبان بھی ہے۔ چترال کے شمال مغرب کے علاقہ گرم چشمہ کے قریب لت خو وادی میں یدغا زبان بولی جاتی ہے جو کہ افغانستان میں منجی کہلاتی ہے۔ جبکہ وادی ہبوریٹ اور اس کے آس پاس کی وادیوں میں کلاشہ زبان بولی جاتی ہے۔ لواری ٹاپ سے اترتے ہوئے علاقہ عشریت اور بیوڑی میں پالولہ زبان بولی جاتی ہے جبکہ یہاں سے پہاڑ کے دوسری جانب علاقہ دامیل میں دامیلی زبان بولی جاتی ہے۔ چترال کے جنوب میں افغانستان کی سرحد کے ساتھ ہی ارنندو کے قصبے اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں گوارباتی بولی جاتی ہے۔ ضلع چترال ہی میں دری [فارسی] کا ایک لہجہ بولا جاتا ہے جسے مڈاگلشٹی کے نام سے ایک الگ زبان کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ زبان شیشی کوہ وادی میں بولی جاتی ہے۔ اسی طرح بروغل اور اُرسون وادیوں میں دو زبانیں کائیوریا

## خیبرپختونخواہ کا لسانی جغرافیہ

انعام اللہ



یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ زبان بڑی یا چھوٹی نہیں ہوتی۔ اگرچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ بعض زبانوں کے بولنے والے کم اور بعض کے زیادہ ہوسکتے ہیں۔ لیکن زبان زبان ہوتی ہے۔ یہ ایک مکمل اکائی ہوتی ہے۔ یہاں ہمارے صوبے میں لسانی تنوع کو ظاہر کرنا مقصود ہے اس لیے بولنے والوں کی تعداد نہیں بتائی جاسکتی۔ بدقسمتی سے صوبہ خیبرپختونخواہ 26 سے زیادہ زبانوں اور ذیلی لہجے بولنے والوں کا مسکن ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج اس صوبے میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان پشتو ہے اور یہ اکثریت کی مادری زبان ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر زبانیں بولنے والوں کے درمیان رابطے کی زبان بھی ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ پشتو زبان کو اس خطے کی قدیم ترین زبان نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہاں کی قدیم زبانیں بولنے والوں نے اپنی اپنی زبانوں کو خیرباد کہہ کر اس زبان کو اپنایا ہوا ہے اور یہ عمل گذشتہ کئی صدیوں سے لے کر آج تک جاری ہے۔

صوبہ خیبرپختونخواہ دشوار گزار پہاڑوں، دروں اور خشک اور نیم خشک میدانوں پر مشتمل ہے جس کی وجہ سے یہ لسانی طور پر پاکستان کا سب سے زیادہ متنوع صوبہ ہے۔ حتیٰ کہ یہ تنوع ایک ہی زبان کے اندر کئی لہجوں کی موجودگی کی شکل میں بھی ظاہر ہوتا ہے، مثلاً خیبرپختونخواہ میں بولی جانے والی پشتو گونا گوں ہے۔ روایتی طور پر تو دو لہجے بتائے جاتے ہیں لیکن عملاً پشتو کے بیسیوں لہجے ہیں۔ صوبے کے طبعی نقشے کو دیکھیں تو شمال سے جنوب کی طرف ضلع پشاور درمیان میں نظر آتا ہے۔ اس کے شمالی اضلاع یعنی نوشہرہ، صوابی، چارسدہ، مردان، سوات، دیر، بونیر، شانگلہ وغیرہ میں جو پشتو بولی جاتی ہے وہ یوسف زئی پشتو کہلاتی ہے۔ کم و بیش اسی لہجے کی پشتو ڈیورنڈ لائن کے اس پار افغانستان کے صوبہ ننگرہار میں بھی بولی جاتی ہے۔ خیبرپختونخوا میں پشتو کے ادبی افق پر یوسف زئی لہجے کو معیار مانا جاتا ہے۔

ضلع پشاور کے جنوب کی جانب چلے جائیں تو پشتو کے لہجے تبدیل ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔ کوہاٹ، ہنگو، کرک تک پہنچتے پہنچتے پشتو کا لہجہ بہت حد تبدیل ہوچکا ہوتا ہے۔ یہاں ایک طرف خٹک، بنوسی، مسیدوالا اور وزیروالا لہجے ہیں



جو بعد میں ملٹری گراؤنڈ منتقل کر دیا گیا اس میلے کو خاص اہمیت اس وجہ سے حاصل ہے کہ یہ تین اضلاع ڈیرہ اسماعیل خان، ٹانک اور لکی مروت کی سنگم پر منعقد ہوتا ہے۔ اور اس میلے میں قریبی علاقوں یارک، پہاڑپور، گلوٹی، پنیالہ، عبدال خیل اور دوسرے قریبی علاقوں کے لوگ کثیر تعداد میں شرکت کرتے ہیں۔ اسی دن سب تحصیل تجوڑی میں بھی میلہ منعقد ہوتا ہے۔ اس میں ایف آر۔ لکی مروت کے قبائلی لوگ بھی شرکت کرتے ہیں۔ لکی مروت شہر میں اتوار کے روز منعقد ہونے والا سب سے بڑا میلہ سمجھا جاتا ہے۔ اتوار کے روز چھٹی ہونے کی وجہ سے اس میں کافی رش ہوتا ہے چونکہ لکی مروت کی سرحد پنجاب سے ملتی ہے اس شہر کے میلے میں پنجاب کے قریبی علاقے عیسوی خیل، ترگ شریف، کمر مشانی اور کوٹ چندنا وغیرہ کے لوگ شرکت کرتے ہیں۔ نورنگ میں جمعرات کے روز ہفتہ وار میلہ منعقد کیا جاتا ہے اُس کے ایک طرف بنوں جب کہ دوسری طرف کرک کا علاقہ ہے۔ جب کہ اس میں شمالی وزیرستان کے لوگ بھی کثرت سے شرکت کرتے ہیں۔ جب کہ اسی روز گمبیلہ کے اڈے پر ایک چھوٹا میلہ منعقد ہوتا ہے۔ پنجاب، سندھ، قبائلی علاقوں اور خیبر پختونخوا کے دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے بیو پاری یہاں خریداری یا فروخت کرنے آتے ہیں۔ ضلع لکی مروت میں منعقد ہونے والے ہفتہ وار میلے مقامی سطح پر تیار ہونے والی اشیاء دوسرے علاقوں تک پہنچانے اور ان کے فروغ کا ایک ذریعہ بھی ہیں۔ ان ہفتہ وار میلوں میں جانوروں کی خرید و فروخت کے علاوہ وسطی پنجاب کی گائیں اور پنجاب و سندھ کے اونٹ خصوصی طور پر لائے جاتے ہیں۔ پشاور، پہاڑ پور اور ہارون آباد کا گڑ خصوصی طور پر یہاں لاکروگ بڑے شوق سے خریدتے ہیں۔ ایک زمانہ



## ضلع لکی مروت کی تاریخی اور روایتی ہفتہ وار میلے

محمد زبیر مروت



ضلع لکی مروت کو تاریخی اور ثقافتی لحاظ سے ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ تاہم مختلف ادوار میں سابق حکومتوں کی عدم تعاون اور عدم دل چسپی کے باعث لکی مروت اپنی تاریخی اہمیت برقرار نہ رکھ سکا جس کی وجہ سے لکی مروت ترقی کی بجائے پستی کی طرف رواں دواں ہے اور یہی وجہ ہے کہ اکثر علاقوں اور دیہاتوں کی ثقافتی اقدار دم توڑتی جا رہی ہیں۔ مروت علاقے کی ثقافت اگر ایک حد تک برقرار ہے تو وہ ضلع کے مختلف حصوں میں

منعقد ہونے والے ہفتہ وار میلوں کی وجہ سے ہے۔ سماجی زندگی میں ضلع لکی مروت کے ہفتہ وار میلے کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ لکی مروت شہر میں منعقد ہونے والے ہفتہ وار میلے کا سب سے پہلے آغاز پاکستان بننے سے پہلے یعنی 1874ء میں ہوا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ لکی مروت شہر میں ہفتہ وار میلے کا آغاز مغل دور حکومت میں جمعہ کے دن اور اونٹ کی خرید و فروخت سے شروع ہوا تھا۔ ضلع لکی مروت کے ہفتہ وار میلوں کو پاکستان میں بہت اہمیت حاصل ہے اور یہ میلے چھوٹے بڑے علاقوں میں باقاعدہ طور پر ہفتہ وار بنیادوں پر منعقد ہوتے ہیں بلکہ بعض علاقوں میں ایک ہی دن، دو یا تین جگہوں پر میلوں کا انعقاد کیا جاتا ہے اور ان میں لاکھوں کی تعداد میں چھوٹے بچوں سے لے کر بوڑھوں تک کے لوگ آتے ہیں۔ ہفتہ وار میلے اتوار کے روز لکی مروت شہر، جمعرات کو نورنگ اور گمبیلہ، منگل کو درہ پیزو اور تجوڑی میں جبکہ میلہ مندرہ خیل اور لنڈیواہ کے علاقے میں بھی ہفتہ وار میلے منعقد ہوتے ہیں تاہم میلہ مندرہ خیل اور لنڈیواہ کے میلوں سے حکومت کو کوئی آمدن موصول نہیں ہوتی۔ ان ہفتہ وار میلوں سے تحصیل اور ضلعی حکومتوں کو سالانہ کروڑوں روپیہ آمدن حاصل ہوتی ہے۔ جس جگہ یہ ہفتہ وار میلے منعقد ہوتے ہیں۔ وہاں کوئی خاص انتظامات نہیں کیے گئے ہیں۔ منگل کے روز پیزو میلے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ پہلے یہ شہر سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر منعقد ہوتا تھا

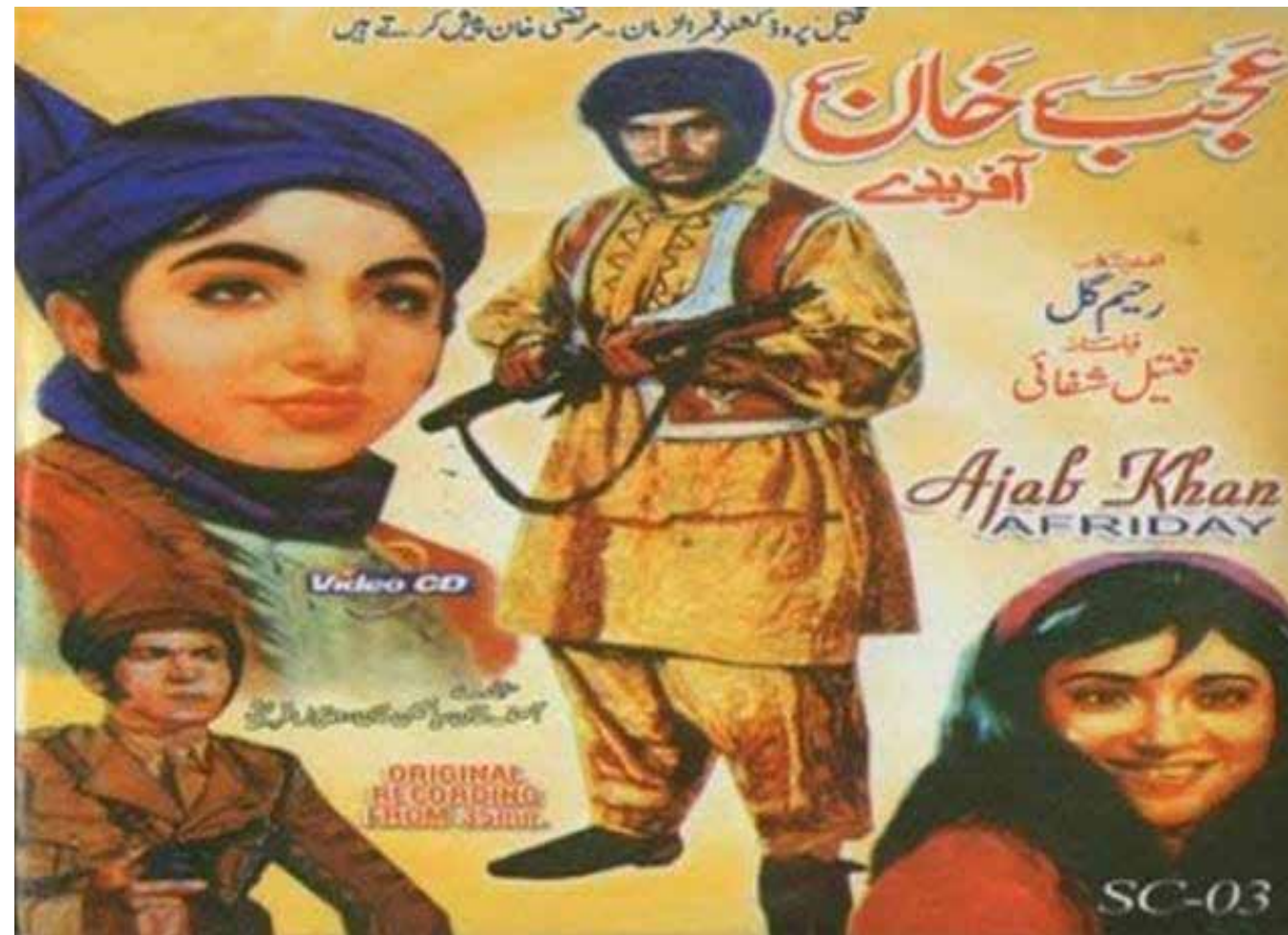


تھا کہ لکی مروت کے مختلف علاقوں میں گڑ تیار کیا جاتا تھا لیکن اب پانی کی کمیابی کی وجہ سے گنا اگانے والی زمینیں بنجر و بے کار پڑی ہیں لکی مروت کے ہفتہ وار میلوں میں اونٹ منڈی خاص مشہور ہے۔ ان میلوں میں خریدے جانے والے اونٹوں کا گوشت پشاور کے چیلی کباب تیار کرنے میں استعمال ہوتا ہے۔ ان ہفتہ وار میلوں میں نئے پُرانے ماڈل کے سائیکلوں کے علاوہ پرانے زمانے کے ٹیپ ریکارڈ بھی موجود ہوتے ہیں۔ مقامی سطح پر تیار ہونے والی کھانے جن میں چاول، حلوہ، کھیر، جوس اور دوسری کھانے پینے کی اشیاء موجود ہوتی ہیں۔ بیگوخیل کا مشہور 'ڈوڈی حلوہ' نورنگ کا 'گودر گاڑے حلوہ' اور 'گمبیلے گاڑے حلوہ' لوگ بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ اور باہر سے آئے ہوئے بیوپاری یا دوسرے لوگ اپنے ساتھ گھروں اور دوستوں کو تحفے کے طور پر دینے کے لئے ساتھ لے جاتے ہیں۔ میلے میں پھلدار، پھولدارد رختوں کے ساتھ ساتھ مقامی سطح پر پیدا ہونے والی تازہ سبزی بڑے شوق خریدی جاتی ہے۔ ان ہفتہ وار میلوں میں جانوروں کے خرید و فروخت کے علاوہ مختلف اقسام کے پرندے جیسا کہ بلبل، مرغیاں، کبوتر، طوطے، بٹیر اور دوسرے چرند و پرندوں کی خرید و فروخت کی جاتی ہے۔ جبکہ ان میلوں میں مقامی سطح پر خواتین کی ہاتھوں سے تیار کردہ اشیاء بھی دستیاب ہوتی ہیں۔ جو خصوصی توجہ کا مرکز ہوتی ہیں اور یہ دور دراز سے آئے ہوئے بیوپاری یا مسافر اپنے ساتھ دوستوں کو بطور تحفہ لے کر جاتے ہیں۔ جن کو پشتو میں کھپٹی (گھسہ)، چھٹی (پٹھاری)، سکھور (چنگیز)، مقامی سطح پر تیار ہونے والی جائے نماز، بان، مونج اور دوسرے اشیاء بھی فروخت کے لیے رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان ہفتہ وار میلوں میں رش اس لیے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اکثر دیہاتی گھر کی ہفتہ وار خریداری کے لیے آتے ہیں۔ لکی شہر کے میلے میں رش اس بنا پر ہوتا ہے کیونکہ اتوار کے دن چھٹی ہونے کے باعث پرلوگ اپنے چھوٹے بچوں کو بھی اپنے ساتھ لے آتے ہیں اور یار دوست بھی گروپوں کی شکل میں میلے کی سیر کرتے ہیں۔ ان ہفتہ وار میلوں میں ضلع کے ہر کونے سے اس میں لوگ شرکت کرتے ہیں۔ بلکہ لکی مروت میں ہفتہ وار میلوں کو سماجی زندگی کا ایک اہم جز سمجھتے ہیں۔ اگر آپ نے ضلع لکی مروت کے کسی ہفتہ وار میلے کا چکر نہیں لگا یا تو کسی وقت اپنے دوستوں، رشتہ داروں یا بچوں کے ہمراہ ضرور سیر کریں۔ صوبائی حکومت اور ضلعی انتظامیہ کو چاہیے کہ وہ ہفتہ وار میلوں سے سالانہ کروڑوں روپے آمدن حاصل کرنے کے بدلے میلے میں آنے والے تاجروں اور خریداروں و عام لوگوں کے لئے خصوصی انتظامات کرے اس کے علاوہ مقامی سطح پر تیار ہونے والی مصنوعات کو ان میلوں کے ذریعے پروموٹ کرنے اور ان کی برآمد بڑھانے کے لیے خصوصی اقدامات پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

طبقے کی تفریح کا باعث بن گئیں۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ غیرت، عزت اور حیا جیسے رنگوں سے آراستہ پختون ثقافت کو صرف بلیک اینڈ وائٹ فلموں میں ہی اجاگر کیا گیا جب پشتوفلمیں رنگین ہوئیں تو وہ حقیقی طور پر بلیک اینڈ وائٹ ہو گئیں جس میں تکنیکی رنگ تو تھے لیکن اس میں پختون ثقافت کے رنگ کہیں بھی نظر نہیں آئے۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ پشتو فلمی صنعت کے ابتدائی دور میں لوک داستانوں اور جدوجہد آزادی ہند پر فلمیں بنائی گئیں جبکہ اس وقت نہ صرف وسائل کی کافی کمی تھی لیکن چونکہ اس وقت تخلیقی سوچ رکھنے والے فلمساز، ہدایتکار، گیت کار اور موسیقار پشتو فلموں سے وابستہ تھے اس لئے ایک جانب لوک داستانوں پر ’یوسف خان شیربانو‘ اور ’آدم خان درخانہ‘ جیسی فلمیں بنیں تو دوسری جانب وطن کی آزادی کیلئے ’درہ خیبر‘ اور ’عجب خان آفریدی‘ منظر عام پر آئیں جن کی کہانیاں ’منظرنامے‘ مکالمے، گیت، موسیقی، گلوکاری، عکاسی، ملبوسات، سیٹ ڈیزائننگ، رقص اور اداکاری آج بھی فلم بینوں کے ذہنوں میں محفوظ ہیں۔ پشتو فلموں کے بانی اداکاروں بدر منیر مرحوم، یاسمین خان مرحومہ، آصف خان، امان، لیاقت میجر، ثریا خان اور نعمت سرحدی سے جب بھی ان کی پسندیدہ فلموں کے بارے میں سوال کیا گیا تو سینکڑوں فلموں میں کام کرنے والے اداکاروں نے درج بالا فلموں کے ہی نام لئے انہوں نے رنگین فلموں کی بجائے بلیک اینڈ وائٹ فلموں پر فخر کیا۔ آج کے دور میں پختون ثقافت کو اجاگر کرنے والی فلمیں بننا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اس لئے شاندار ماضی کو یاد ہی کیا جاسکتا ہے۔ اگر ہمارے فلمساز، سرمایہ کار اور ہدایتکار دولت کمانے کے ساتھ ساتھ تخلیق کا دامن نہ چھوڑتے تو پشتو فلموں کا جنازہ نہ نکلتا۔



جیسے ادبی لوگوں کے نام وابستہ تھے اس فلم کا ایک ملی نغمہ ’منگ یو دہ خیبر زلمے‘ آج بھی روز اول کی طرح مقبول ہے۔ نامور شاعر، ادیب اور نغمہ نگار قتیل شفائی کی جنگ آزادی کے مقابل ہیرو کی زندگی اور جدوجہد پر مبنی فلم ’عجب خان آفریدی‘ کو بھی کافی سراہا گیا۔ ’یوسف خان شیربانو‘ اور ’درہ خیبر‘ کی کامیابی کے بعد لوک داستانوں پر مبنی فلمیں ’آدم خان درخانہ‘ اور ’موسیٰ خان گل مکنی‘ نے بھی نہ صرف ٹکٹ کھڑکی پر کامیابی حاصل کی بلکہ سنجیدہ طبقے نے بھی ان فلموں کو سراہا۔ اس کے علاوہ ’علاقہ غیر، ملتانے، چمنے خان، دیدن، اوربل، اقرار، بہادر خان، دپختون ٹورہ، زما بدل، زرتاجہ، رحمداد خان، جوارگر، خانہ بدوش، غازی کاکا، قیدی اور دوطن مینہ‘ ایسی فلمیں ہیں جو نہ صرف موضوعات کے لحاظ سے عمدہ کاوشیں تھیں بلکہ ان فلموں میں پختون ثقافت کی بھی بہترین عکاسی کی گئی تھی۔ ’دیدن‘ کی کہانی مشہور بھارتی فلم ’دیدار‘ سے لی گئی لیکن پختون ثقافت اور ماحول کو بہترین انداز میں پیش کرنے کی وجہ سے یہ فلم آج بھی پختونوں میں مقبول ہے۔ 1971ء تا 1980ء تک جتنی بھی پشتوں فلمیں بنائی گئیں ان میں پختونوں کی معاشرتی زندگی، ثقافت اور روایات کی عکاسی کی گئی لیکن 1981ء کے بعد بننے والی پشتو فلمیں زوال کا شکار ہو گئیں اور اس کی بنیادی وجہ فلمی صنعت کی کراچی سے لاہور منتقلی تھی کیونکہ جب تک کراچی میں فلمیں بن رہی تھیں تب تک نہ صرف فلموں کا معیار اعلیٰ تھا بلکہ صاف ستھری اور تخلیقی فلمیں بنتی تھیں لیکن جب لاہور فلمی صنعت کا مرکز بنا تب فلم بنانا ایک کاروبار بن گیا جس کی وجہ سے گھریلو شائقین نے پشتوفلموں سے رخ موڑ لیا اور یہ فلمیں صرف مزدور



## رنگین پختون ثقافت کو اجاگر کرنے والی بلیک اینڈ وائٹ فلمیں

امجد ہادی



ثقافت کسی قوم، ملت یا قبیلے کی مجموعی بود و باش سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ ایک عادت یا عمل سے۔ نہ کچھ لوگوں کی عادات سے۔ مزید یہ کہ ثقافت میں انسانی اصولوں پر مبنی تعلیم و تربیت کا عمل دخل لازم ہے۔ فیروز اللغات کے مطابق ’ثقافت‘ ’کے معنی‘ ’عقلمند ہونا‘ ’نیک ہونا اور تہذیب‘ جبکہ اردو ڈکشنری کے مطابق ثقافت کا مطلب ’ترتیب، تہذیب، پرورش کرنا اور کاشت کرنا‘ ہے۔ ثقافت کے لفظی معنی دیکھنے کے بعد پشتو فلموں پر نظر دوڑائی جائے تو فلمی صنعت کے ابتدائی دور کی گنتی کی چند فلمیں ایسی ہیں جس میں حقیقی معنوں میں پختون ثقافت و تہذیب کی جھلک نظر آتی ہے۔ بلاشبہ فلم بامقصد اور صحت مند تفریح کے ساتھ معاشرتی، تہذیبی اور تعلیم و تربیت کا مؤثر ذریعہ ہے لیکن پشتو فلمسازوں نے آج تک اس ذریعے کو معاشرتی اور تہذیبی مقصدیت کی نظر سے نہیں دیکھا۔ یہی وجہ ہے کہ معاشی نکتہ نظر سے تو پشتو فلم انڈسٹری نے ترقی کی لیکن تہذیبی، اخلاقی اور نظریاتی بنیادوں پر پختونوں کی زندگی میں وہ تبدیلی نہیں لاسکی جس کی ضرورت تھی۔ تاریخی نکتہ نظر سے پہلی پشتو فلم ’لیلیٰ مجنون‘ 1941ء میں آئی بعد میں لمبے عرصے تک پشتو فلمیں نہیں بنیں۔ 1963ء میں دستاویزی پشتو فلم ’پلوشہ‘ آئی جو شاعر ادیب اور ناول نگار سید رسول رسا مرحوم نے بنائی تھی۔ 1968ء میں فلم ’گل خانگہ‘ بنانے کی کوشش ناکام ہوئی۔ 1968ء میں پشتو فلم ’یوسف خان او شیر بانو‘ بنانے کا آغاز ہوا جس کا افتتاح عظیم اداکار رنگیلا نے کیا لیکن یہ فلم مکمل نہ ہوسکی بعد ازاں فلمساز نذیر حسین، مدد علی مدن اور علی حیدر جوشی نے مل کر پشتو فلم ’یوسف خان شیربانو‘ بنائی جس کے ہدایتکار عزیز تبسم جبکہ ہیرو بدر منیر اور ہیروئن یاسمین خان تھی۔ اس فلم نے ریکارڈ کامیابی حاصل کی۔ اس فلم کے گیت آج بھی زبان زد عام ہیں۔ اس کے بعد تیسری فلم ’کلہ خزان کلہ بہار‘ ریلیز ہوئی لیکن قابل اعتراض مناظر کی وجہ سے یہ فلم ناکام رہی۔ اس فلم کے بعد ’درہ خیبر‘ منظرعام پر آئی جس سے قاسم حسرت اور یونس قیاسی

خیبرپختونخوا کی ثقافتی تاریخ بھی مستقل طور پر محفوظ بن جائے گی۔ ثقافتی ورثے کے احیاء کے ساتھ ساتھ ثقافتی صنعت کی احیاء بھی ضروری ہے اور ثقافتی صنعت سے ہمارے صوبے کے ہنرمند اور فنکار اپنے پاؤں پہ کھڑے ہوسکتے ہیں۔ رچ پراجیکٹ سے ثقافتی صنعت کی بحالی میں بہت بڑی مدد مل سکتی ہے۔



حکومتی سطح پر ثقافت کی نہ صرف احیاء کی جاتی ہے بلکہ آگاہی اور شعور بھی دیا جاتا ہے کیونکہ حالیہ دہشت گردی اور غیر یقینی صورتحال کی وجہ سے عمومی طور پر پورے ملک کا اور خصوصی طور پر خیبرپختونخوا اور فاٹا میں ادب اور ثقافت کو انتہائی نقصان پہنچا ہے جس کے ازالے کے لئے حکومت نے ثقافتی ورثے کے احیاء کا پروگرام متعارف کر کے غیر سرکاری تنظیموں کے ذریعے نافذ کیا گیا۔ پہلے کامیاب ایڈیشن کے بعد دوسرے ایڈیشن کا آغاز ہوچکا ہے جس کے ذریعے ۲۵ اضلاع میں تحصیل کے سطح پر ثقافتی اور ادبی سرگرمیوں کی آغاز کیا گیا ہے دوسرے ایڈیشن میں ۳۳ غیر سرکاری تنظیموں کا انتخاب کیا گیا جو صوبے کے تمام اضلاع میں ثقافتی ۱۵۹۰ پروگرام منعقد کر رہے ہیں ان پروگرام میں حجرے، تھیٹر، مشاعرے، ثقافتی ورکشاپس، روایتی کھیلوں اور ثقافت سے وابستہ دیگر سرگرمیاں شامل ہیں۔ منعقدہ سرگرمیوں کے بذریعہ الیکٹرانک، پرنٹ اور سوشل میڈیا تشہیر کی جارہی ہے تاکہ علاقائی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر خیبرپختونخوا کی مثبت اور اصل تصویر نمایاں ہوسکے اور دنیا کو یہ پیغام بھی مل جائے کہ خیبرپختونخوا کے عوام ادب اور ثقافت کے دلدادہ ہیں اور امن کے پجاری ہیں اسی طرح منعقدہ سرگرمیوں سے محکمہ ثقافت کو اپنے فنکاروں، ہنرمندوں، شعراء اور حتیٰ کہ ثقافت سے وابستہ تمام افراد کا ڈیٹا مل جائے گا تاکہ محکمہ ثقافت کی جو کلچر میپنگ (نقشہ سازی) ہے وہ بھی ایک احسن طریقے سے بننے میں مددگار ثابت ہوگا۔ ثقافتی ورثے کے احیاء کے تحت منعقدہ پروگرام میں ایک مکمل اور تفصیلی ڈیٹا فارم شاعروں، ہنرمندوں اور فنکاروں سے بوقت پروگرام پر کیا جاتا ہے یہ فارم حکومت اپنی ویب سائٹ پر ڈالے گا تاکہ محکمہ ہذا ثقافتی صنعت کو قائم کرنے اور اسے مضبوط بنانے میں ان تمام ثقافت وابستہ افراد سے انکے فن کے مطابق کام لے دوسری طرف اس نقشہ سازی سے

## ثقافتی ورثے کے احیاء کے پروگرام کا

دوسرا ایڈیشن Revival of Indigenous Cultural Heritage

اکبرھوتی

ثقافتی ورثے کے احیاء کے پروگرام کے پہلے اور کامیاب ایڈیشن کے بعد دوسرے ایڈیشن کا آغاز ہوچکا ہے پہلے ایڈیشن میں ۲۴ اضلاع میں ۸۵۰ سے زیادہ ادبی اور ثقافتی سرگرمیاں نچلی سطح پر کی گئی ہیں۔ ان سرگرمیوں میں مشاعرے، محفل موسیقی، روایتی کھیل، بچوں اور خواتین کے روایتی کھیلوں کے ساتھ ساتھ ثقافتی میلے اور ثقافتی نمائش منعقد کئے جا چکے ہیں یہ سرگرمیاں دیہی علاقوں کے حجروں اور شہروں میں منعقد کئے گئے تھے۔ اس کا بنیادی مقصد ثقافتی ورثے کا احیاء تھا۔ پہلے ایڈیشن کو اس لئے ایک کامیاب آغاز کہا جا سکتا ہے کہ اس کے تحت محکمہ ثقافت نے ثقافتی پروگرام کو محلے اور دیہاتوں کی سطح تک پہنچایا اور ایک عام آدمی کو بھی معلومات فراہم کیں۔ تاکہ



ہیں جو پختون روایات کی زندہ امین ہے - جس طرح ہندوستان کی بریانی ، چائے کا پاسٹ پوڈ دنیا میں ایک اپنا مقام رکھتا ہے اسی طرح نمکین گوشت ، کابلی پلاو جیسے کھانے پختون کھانوں کی عکاس ہے -

اس لئے دور دور علاقوں سے لوگ نمکین گوشت کھانے کے لئے نمک منڈی پشاور آتے ہیں - باہر سے جتنے بھی (TOURIST) آتے ہیں وہ نمکین گوشت شوق سے کھاتے ہیں - اسی طرح نمک منڈی میں اور بھی بہت سے کھانے تیار کئے جاتے



## فوڈ سٹریٹ (نمک منڈی)

حسن المآب



انسان نے جب غاروں سے نکل کر ایک تمدن کی شکل اختیار کی تو اُس نے اپنے لئے ایک خاص رسم و رواج کو زندگی بسر کرنے کے لئے وجود میں لایا - علاقائی آب و ہوا اور ماحول کی وجہ سے یہ رسم و رواج ہر قبیلے کی ایک دوسرے سے مختلف ہے - یعنی جو کھانا پینا ، رہن سہن ، لباس ، گرم علاقوں میں الگ اور سرد علاقوں میں الگ ہوتا ہے - اس لئے آج دنیا میں مختلف رسم و رواج پائے جاتے ہیں - کوہ ہندوکش کے پہاڑوں سے نکل کر آریا قبائل جب ساری دنیا میں پھیل گئے تو اس میں ایک قبیلہ دریائے اہسین کے آس پاس میدانوں میں اباد ہوئی جو کہ آج کل پختون قبیلہ سمجھی جاتی ہے - پختون آج کل افغانستان اور پاکستان میں رہتے ہیں جس کی تعداد ۸ کروڑ تک ہے - پختونوں کی دو مشہور شہریں جو صدیوں سے انکا مرکز رہا ہے ایک کابل اور دوسرا پشاور ہے - پشاور خیبر پختونخوا کا دارالخلافہ ہے جو اپنے تمام تر چیزوں مقامات ، لباس ثقافت اور مہمان نوازی کی وجہ سے اہمیت کا حامل ہے - یہ وہ تاریخی جگہ ہے جسے قدیم زمانے میں باگرام کہا جاتا تھا - باگرام وہ میدانی علاقہ تھا جہاں کوہ ہندوکش ، کابل ، ہندوستان اور وسط ایشیا کے باسی تجارت کے لئے آتے تھے - ہر قسم کے فن ثقافت سے مالا مال یہ شہر اپنے محل وقوع کے لحاظ سے بھی بہت اہمیت رکھتا ہے - اس شہر کی اہمیت کا اندازہ اس میں موجود چیزوں سے خوب لگایا جاتا ہے - لیکن یہاں پر پائے جانے والے مقامات میں سب سے اہم یہاں کے فوڈ سٹریٹ یعنی نمک منڈی ہے - فوڈ سٹریٹ میں پایا جانے والا شامل نمکین گوشت یہاں کی سب سے مشہور کھانوں شمار کیا جاتا ہے - پختونوں کے میدانی علاقوں میں بڑے جانور ، گائے اور بھینس شوق سے پائے جاتے ہیں - جس کی وجہ سے یہ لوگ زیادہ تر بڑے گوشت کو کھانے میں پسند کرتے ہیں - گوشت پختون قوم کی سب سے پسندیدہ غذا ہے - بلکہ اپنے مہمانوں کو بھی خاص کھانوں میں گوشت پیش کیا کرتے ہیں - یہ بہت خاص طریقوں سے پکائی جاتی ہے - مگر خاص طور پر نمکین گوشت کی پکانے کا طرز ایک انوکھے طرز ہے - ہر قسم کے مضر اشیاء سے پاک نمکین گوشت صرف نمک میں بنائی جاتی ہے - نمکین گوشت میں خاص بات یہ ہے کہ یہ کوئلے میں پکائی جاتی ہے جس سے اس کا مزہ دوبالا ہو جاتا ہے -



جانانه ستا دیدن د پاره  
زه په زاره شپاله کښې بېرې ټولومه

کهه يقين دې نه کېږي نو لږ دې مازيگري کښې د پېښور ډېگري ته ورشه، خپله به ئې ووينے۔ هغه ملگري راته ووئيل مونږ ټول خدائے وهلي يو ۔ که خدائے وهلي نه وې نو نه به ملا وهلو، نه به بلا وهلو، نه به دهشت گرد وهلو، نه به اواره گرد وهلو، نه به افتونو وهلو او نه به مصيبتونو وهلو ۔

خبره رانه بل خوا ځي دې حاجت له به ئې راوړم ۔ زمونږ په معاشره کښې مريض او ډاکټر دواړه حاجت مند وي، د مريض علاج ته حاجت وي او د ډاکټر فيس ته ۔ اوس زياتے څوک کوي؟ دا فېصله گرانه ده، که د ډاکټرانو هغه واؤړئ نو وايئ به چې دوي گرم نه دي او که د مريضانو فريادونه مو واورېدل نو غوږونو له به گټې يوسئ ۔

ځينې حاجتونه پوره کېږي او ځينې د پوره کېدو نه وي خو دې ځينو خلقو له چې څوک حاجت پوره کړي نو دوي بيا هغه هېر کړي بلکې هډو په څه کښې ئې حسابوي نه ۔ تاسو ته به ښه معلومه وي چې زمونږ په وطن کښې د ډېرو خلقو حاجتونه زيارتونه پوره کوي بيا هم هر يو په ډېر فخر وائي چې الحمد لله مسلمان يم ۔ په زيارتونو به بيا که خبر وي بل وخت خبره کوم ځکه چې د تکل دپاره دا هم يوه څربه موضوع ده او وازده هم پکښې ډېره ده نو تر کومې چې د چا حاجت پوره شوه نه وي نو زيارت له قسم قسم څيزونه وړي او سحر او ماشام ورله ځي او گېر چاپېره مېدان ورله هم جارو کوي او د زيارت کاني هم په ځان مړي دا ښه ده چې د زيات دا کاني اوږده او تېره نه وي ۔ نو چې کله ئې حاجت تر سره شى نو بيا زيارت داسې هېر کړى لکه ځينې سياسى خلق چې پېه حکومت کښې د راتلو نه پس عوامو سره کړې وعدې هېروي ځکه خو په زيارت کښې ناست يو منجاور دا ټپه د شپې پاو باندي يوه بجه په اوچت اواز کړې وه او دغه وخت ئې ځکه کړې وه چې بجلۍ تللې وه او هغه گرمۍ او ماشو په مخه اخستے وه ۔ ټپه دا وه:

د لېونۍ حاجت پوره شو

په لاره ځي په کابو وولى زيارتونه

اوس پته نشته چې د هغه په دې ټپه ايز بيان کښې څومره صداقت دے؟ که چرې رښتيا هم وي نو زما خيال دے چې هغه به د زيارت په بې حرمتۍ خفه شوه نه وي بلکې هغې غوړو زيرو پسې به خفه شوه وي چې لېونۍ به زيارت له راوړې او ده به هضمولې ۔ يره خو بنده هم عجيبه څيز دے د دې يوې گېډې دپاره دې څه نه کوي؟ دا په زيارت د نه خفه کېدو خبره مې ځکه وه کړه چې زمونږ وطن کښې نن سبا خلق لگيا دي که يو خوا ژوندي په بارودو الوځوي نو بل خوا ئې قبرونو او مزارونو الوځولو ته هم کار وئيلے دے ۔

بنده فطرتاً هم داسې دے او د دې ثبوت د دې پښتو متل نه پېه لاس راځي

څوک مو د کمره وغرځوي او بې غمه مو کړي چې د دې ډېرو حاجتونو نه خلاص شو ځکه چې دا خو مونږ تر سره نه کړل ۔ دا دے نن زما حاجت ته حاجت دے چې ليکل پرې وکړم ۔

څنگه چې انسانان په مخ د زمکې قسم قسم دى، دغه رنگ د هغوي حاجتونه هم رنگ په رنگ وي ۔ لکه يو سوالگري سوال کولو چې د الله په نوم پينځه روپۍ راكړئ ۔ يو مشر ورته ووئيل هلکه دا څه هر وخت دې ځله وازه کړې وي چې د الله په نامه پينځه روپۍ راكړئ ۔ سوالگرے لکه زما ډېر ساده وه، ورته ئې جواب ورکړو حاجى صاحب حاجت مې دے، محتاج يم ۔ حاجى صاحب ورته لږ شان غصه کښې ووئيل “د ايمان سوال کوه نېک بخته، زه خپله سحر او ماشام دا سوال کوم چې يا الله ايمان مې نصيب کړې ۔” سوالگري ورته ورو غنډې ووئيل حاجي صاحب خفه کېږه مه چې چا سره څه نه وي، نو هغوي سوال کوي ۔ د دې جواب نه پس چې د حاجى صاحب د ځلې نه څه راوتي وو، هغه مې قصداً عمداً حذف کړل ځکه چې د موضوع سره ئې تعلق نه لرلو ۔

د سوالگرو خبره راغله په دوي کښې هم عجيبه عجيبه لوبښي بلکې تالي پېدا کېږي لکه هډو پرونۍ خبره ده، گاډي ته راوختم، دې کښې يوه بوډۍ ښځه گاډي ته راوختله، سوال ئې کولو او دا دعا ئې بيا بيا کوله چې به بچې الله پاک مو له دشمنه وساته او پاک رب مو له ډاکټره وساته ۔ ما سره خوا کښې ناست يو تن وخنډل، ما وئيل ولې دا خبره درباندي نا اشنا ولگېده؟ وئيل ئې هو نا اشنا خو ده ولې ما له خندا په دې راغله چې ډاکټر ئې هم زمونږ د دشمنانو په قطار کښې ودرولے دے ۔ ورته مې وې بد ئې نه دي کړي ځکه چې زمونږ دې وطن کښې افت وهلي، بلا وهلي، گرانی۔ وهلي که هر څو ډېر دي خو د ډاکټر وهلو سره سيالى نه شي کولے۔



## حاجت(تکل)

### مشتاق مجروح يوسفزے



د حاجت متعلق د بې اتفاقه قوم وېنا ده چې حاجت بده بلا ده او دا خبره ئې دومره پخه ده لکه د لوډشپښنگ او پاکستاني عوامو رشته يا د فحاشۍ او پښتو فلمونو رشته چې پخه ده ۔ هسې خو د دې وطن خلق د ډېرو لويو لويو بلاگانو سره دى بلکې مخ کړي شوي دي او دغه بلاگانې لگيا دي د دې وطن وسېدونکي لواړ تېروي خو په هغې خبرې کول زما د وس خبره نه ده او تاسو ته خو علم دے چې بنده په وس پير دے ۔ دا وخت زه صرف د حاجت په بلا خبرې کول غواړم ۔

حاجت د عربۍ ټکے دے او پښتو کښې مستعمل دے دا بېله خبره ده چې پښتانه ورته (اجت) وائي ځکه چې دا حلوا واله (ح) بې د مليانو نه بل څوک صحيح نه شي وئيلے۔ شايد د دې وجه دا وي چې هغوي حلوه ډېره خوري او حلوه غوړه وى، مړۍ غوړه ساتي او (ح) بې د غوړې مړۍ نه صحيح نه شي ادا کېدے ۔ کني ازمېښت شرط دے ۔ دا لفظ (کني) مې ځکه استعمال کړو چې دا د (که نه وي) مخفف دے ۔ زما د يو ملگري وېنا ده چې دا زمونږ شاعران اديبان ځکه گني ليکي چې څوک ترې د (کنستل کوي) معنۍ وانه ځلى او يا ورته څوک ښاغلے بل څه ونه وائي ۔ دغه ملگري ته ما ډېر په احترام ووئيل چې ښه نو که د يو وطن خلق د لفظ (کني) سره دا ټوقه کوي نو هغوي (گني) سره نه شي کولے؟ وئيل ئې دې سره به څه کوئ؟ ما وې کېدے شي د دې نه (گني) مطلب واخلى کومو نه چې گره او چيني جوړېږي ۔ خبر دا خبره به د گرامر عالمانو ته پرېږدو او حاجت له به راشو ۔

څوک چې حاجت لري، هغه ته محتاج يا حاجت مند وئيلے شي ۔ چې د حاجت په حواله خبره کوو نو داسې وئيلے شو چې مونږ ټول حاجت مند يو او خپلو خپلو حاجتونو په مخه راخستي يو خو ځينې خلق داسې وي چې هر څه ته حاجت لري او ځينې داسې وي چې څه ته حاجت لري او څه ته نه لري ۔ مونږ د دې ملک عوام هر څه ته حاجت لرو ولې چې بنيادي حقونه هم رانه ترورلي شوي دي ۔ بجلۍ ته مو حاجت وي، اوړو ته مو حاجت وي، روزگار ته مو حاجت وي، علاج ته مو حاجت وي، انصاف ته مو حاجت وي، ژوند ته مو حاجت وي مړه خو سم د پولى تاق مارغان يو۔ سياسي خلق که کرسۍ ته حاجت لري نو مونږ نوکړۍ ته حاجت لرو، که د ملک واکمن امريکې ته حاجت لري نو مونږ يوې ديکې ته حاجت لرو چې

چې دغه بېت الخلا واله سره ئې په پېسو تکرار کړې وي -

د زړو پښتنو نه روایت دے چې یو سرے حاجت په مخه اخستے وه - نو گړندے گړندے لارو او د ابادۍ خوا کښې ئې په خآن خادر راخور کړو او حاجت ئې تر سره کړو چې سترگې ئې رڼا شوې نو هلته د ولاړ یو تن نه ئې پښتنه وکړه چې دلته خو مخکښې ابادي نه وو؟ هغه ورته ووئیل ولې نه و خو تا ته نه ښکارېده نو چې هر کله دے حاجت بنده په مخه کړے وي نو هغه به د بېت الخلا انچارج سره په پېسو ولې کلکېږي - خدائے خو نه دے وهلے-

بل ته د حاجت بیانولو مختلفې طریقې حاجت مندو د وخت رابستلي بلکې دریافت کړي دي لکه ځینې خلق که تاسو خیال کړے وي چې چا له ورشي او خپل حاجت ورته بیانوي نو ورومبۍ خبره ئې دا وي “څه خاص کار مې نه وه هسې ډېرې ورځې شوې وې، سلام ته نه وم حاضر شوے، ما وې تپوس پښتنه به دې وکړم -” بیا د هغې نه پس د هغه د صحت او د بال بچ د صحت تپوس وکړي - دغه وخت که ورته هغه د چایو اوبو ست وکړي نو ورته وائي “نه یره خپل ځائے دے، دا تکلیف مے کوه، زه ځم خو هسې ما وئیل چې ...” او دغه وخت خپل حاجت مېدان ته راوولي - د مشاهده کونکیو او تجربه کارو خلقو وېنا ده چې دا قسمه حاجت مند اکثر په خپله هڅه کښې کامیابېږي -

ځینې خلق د خپل حاجت بیانولو دپاره دا طریقه نه پکاروي او نه د هغه بنده مود ته گوري خو بس نېغ په نېغه خپله مدعا بیانوي “بخښنه غواړم د مود پښتو ما له نه راځي” ځکه نو دوي اکثر ناکامه وي - ځینې حاجت مند ډېر هوسیار وي - دا خلق چې چا له د یو حاجت دپاره ورځي نو ځان سره څه تحفې تحائف اخلي یعنې تش لاس نه ورځي او دغه تش لاس نه تلل د هغوي بنده بېړۍ روانوي -

ځینې خلق داسې هم وی چې د یو څیز حاجت نه لري او بیا هم هغه څیز راپېدا کوي او استعمالوي ئې ځکه خو د یو شاعر خپل محبوب ته کړې خبره یو سندرغاړے اکثر کوي او وائي:

شونډې دې مه سرې کوه چې سترگې تورې نه کړې

درته حاجت نشته دے چې عطر پورې نه کړې

ډېره ښه خبره ئې کړې ده، پکار ده چې عمل پرې وشي که نور څه نه وي نو د سړخۍ، رنجو او عطرو بچت خو به وشي کنه -

خبره رانه د حاجت نه رنجو او سړخۍ له ورسېده هسې نه په بله بله سر شم - ښه به دا وي چې د دې دعا سره ئې بس کړم چې الله پاک دې زموږ د ټولو حاجتونه تر سره کړي -

تا خو زده زما د زړه له احتیاجه

نور مې څه پوښتے چې څه غواړے محتاجه

که دا شعر د چا په خاطر ښه نه وي لگېدلے او بحث پرې کول غواړي نو دومره عرض به وکړم چې زه په تکل یا مضمون کښې لکه د ځینو خلقو د خپلو شعرونو پېش کولو مریض نه یم - شعر د رحمن بابا دے پوه شئ سره -

مشران دې خدائې د خودگش حملو نه وساتي، هغوي اودس ماتي ته هم حاجت وائي او حقیقت هم دا دے چې تش اودس ماتے وي او که ډک، یو زبردست حاجت دے بلکې د نورو حاجتونو نه یوه درجه سېوا دے خو زموږ د ملک به څه وایئ دلته دا حاجت هم بې پېسو نه تر سره کېږي - ځائے په ځائے بېت الخلاگانې جوړې شوي دي او پینځهه پینځهه او ځینو ځایونو کښې خو لس روپۍ د اودس ماتي اخلي - د بېت الخلاگانې وئیلو معافی غواړم خو زما تر علمه د افغانستان عالمانو لا د دې دپاره څه ثقیل او کره لفظ نه دے جوړ کړے، تشناب ورته وائي ځکه چې خلق په کښې تشېږي او (تشناب) د فارسي لفظ دے -

زه دا حاجت ځکه د نورو نه یوه درجه زیات گڼم چې ما چرې څوک نه دي لیدلي



پښتو د ننگ او شجاعت نوم دے

پښتو د پت او د غېرت نوم دے

پښتو يواځې يوه ژبه نه ده

د يو تهذيب او ثقافت نوم دے

پښتو خو مرسته د مظلوم سره ده

د هر ظالم نه د نفرت نوم دے

پښتو تور سرو ته درانه کتل دي

د پېغلو جونو د عصمت نوم دے

پښتو د دين او د ايمان نخښه ده

د ديانت او شرافت نوم دے

پښتو مېلمه نه مال اوسر جارول

د ديانت او سخاوت نوم دے

پښتو بې وزلو ته پناه ورکول

د قرباني او د همت نوم دے

حمزه بابا چې څه ليکلي دي نو د هغوي په هر ليک او هر فکر کېښې د پښتو او پښتون ولى، يو ژور احساس مخې ته راځي - چې پښتون پکښې د خپل سپيڅلي کردار، درانه دود دستور، تهذيب، ثقافت او روښانه ماضي او شاندار مستقبل سره د دنيا په قامونو کېښې سره هسک او او د سرلورې سره مخ روڼې ولاړ دے او په خپله باندې نازېږي - د هغوي د تصور نه د پښتو، پښتنو، او پښتون ولى فکر هډو وځي نه - په هره موقع ورته يادوي او په هره موقع ئې په زړه پورے نيولے وي - بار بار د پښتو او پښتون ذکر کوي - خو چې پښتون ولي ئې په کوم شکل بيان کړې ده - نو د هغې څه بل رنگ خوند دے - ځکه چې دغه پښتون ولي د هغوي په نظر کېښې د ژوند تېرولو د پاره که يو خوا غوره اخلاق دي نو بل خوا ته د ژوند د تېرولو زرين اصول هم دي - په يو غزل ښا نظم کېښې ئې د ځنې نکتې داسې راخستې دي -

لر مې نظر ته هر کله ووايه

رڼاي نه دي مېلمانه پښتانه

هغه لوه حکيم پېدا چې زه پښتون کړم

څه پکار راته تهذيب د سومات

که باده مې وي اسلام پښتو مې طرف دے

مزه کاندي په قام کېښې مشروبات

د حمزه بابا په فکر چې نظر واچولے شي - نو د قوميت او مذهب يو ښکله امتزاج مخې ته راځي - اسلامي قدرونه او پښتون ولي ئې په يو تار کېښې پيلې دي - هغوي چې د قاميت کوم معيار ساتلے دے هغه بيخي غېر جانبدارانه او غېر جارحانه دے - د دې دفاع داسې قائل دے - “اسلام په يو قوميت باندې ختمول نه غواړي بلکې د قوميت قائل مذهب دے - ځکه چې هر قوم په خپل اجتماعي نظام کېښې ژوندے ساتل غواړي - خو شرط داده چې د قوميت اصول د اسلام د اصولو سره ټکراو نه لري - اسلام يو فطرتي دين دے او هيڅ يو فطرتي رجحان نه خاوري کوي - بلکې په ميانه روى سره د وسېدو خبره ورته کوي - تر څو پورې چې د پښتنو رواياتو او قدرونو تعلق دے - نو د اسلام خلاف نه دي بلکې زه ئې بيخي اسلام گڼم - رښتيا داده چې پښتون ولي او اسلام د يو تصوير دوه مخونه دي - او دا ځکه چې د پښتون قام روايتونه په سلو کېښې اتيا فيصده د اسلام غوندې دي - په قران پاک کېښې د يو ايت مبارک ترجمه داسې ده چې “اے خلقو مونږه تاسو د يو نر او يوې ښځې نه پېدا کړئ - او بيا مو په شعوب او قبائلو کېښې تقسيم کړئ - بې شکه چې په تاسو کېښې غوره هغه دے چې تقوه دار وي - نو په اے خلقو کېښې زه اول انسان يم او په شعوب او قبائلو کېښې پښتون يم - او د ټولو نه ورستو د ښه تقوه دار په زمره کېښې مسلمان يم -” حمزه بابا چې څومره کلک مسلمان صوفي دے - نو دومره پوخ پښتون هم دے - او په حېثيت د يو پښتون شاعر د هغوي تخيل د هغوي فکر او د هغوي فن دا هر څه د پښتو نه جوړ دي - د هغوي پښتو د پښتون د يو ائين ضابطه حيات ترجماني کوي - چې ټول پښتني قدرونه ئې د زرينو اصولو غوندې اهمې برخې او نقطې دي - دغه پښتني قدرونه چې اسلام دوستي وطن دوستي خپله ازادي او د بل دا ازادى قدر، احترام، ننگ، غېرت، پت، مېلمستيا، پنا، بدل، لوظ، ننواتي، جرگه، بدرگه، لوبښې ورکول، او پښتو کول د حمزه بابا په کلام کېښې په بشپړه توگه ځاے شوي دي او دغه وجه ده چې هغه د پښتون قام صحيح ترجمان دے - حمزه بابا په پښتون او پښتو ډېر څه ليکلي دي - هغوي چې پښتو او پښتون ولي په کوم درانه نظر کتلي دي - نو ټول پښتانه ئې د زړه د ژورو نه اعتراف کوي - خو زه دلته د هغوي د يو نظم “پښتو” د مثال په توگه راخلم - چې پښتو د ژبې او ضابطه حيات په حېث هغوي ته څومره درنه ښکاري -

## امير حمزه شنواري او پښتون ولي

ډاکټر اسلم تائير



حمزه بابا په حقيقت کېښې د پښتو د سرلورې علمبردار وه - دا بيخي يوه فطرتي خبره ده چې په هر چا اول خپل کور گران وي او بيا د بل کور خېر غواړي - د هغوي د قوميت فلسفه څه ډېره عجيبه په دې ده چې هغوي د دنيا د انسانانو يو نسل او اک يو ذات گڼي او مختلف قومونه ئې لکه د صفاتو بيلې بيلې برخې گڼي - او په دې خبره زور ورکوي چې هر قوم له پکار دي چې خپل قومي تشخص او خپل قومي امتيازات برقرار وساتي - چې خپل امتيازات برقرار وساتي نو مخ په بره به ترقي کوي - او که چرې يو قوم خپل امتيازات د خپله لاسه ورک کړي نو هغه قام به ورک او فنا شي - لکه په قاميت او مذهب نوم نظم کېښې وايي!

”په دنيا کېښې که انسان دے د يو ذات دے

دي اقوام ئې مختلف لکه صفات

چا چې خپل خصوصيت پرېښود فنا شو

څوک ئې نه گوري چې زنگ واخلي مرات

د جهان پالنه ده د قام پالنه

وي خپل قام ته د هر چا خپل احساسات“

د قوميت سره سره حمزه بابا د دين او مذهب او ضرورت هم سخت قائل دے - هغوي قامي اقدار د مذهب د دائرې او ضابطې لاندې غواړي - او داسې قام چې د خپلو امتيازاتو سره په خپل سنگ کېښې اوسي نو اجتماعي ژوند او مساواتوپه برکت به ارتقا مومي - چې مطلب ئې دا دے که يو قوم د غېرو تهذيب او تقليد اختيار کړي او خپل تهذيب پرېږدي نو د داسې قوم جرړې او بنياد به ختم شي - دغه وجه ده چې هغوي د خپل قوم راهنمائي کوي - او ورسره ورسره په خپله پښتو او پښتون ولى فخر هم کوي - او په دې شکر گزار دے چي الله پاک پښتون پېدا کړے دے -

پاتې شوه د پښتون د ملت د يو والي ، اتحاد او اتفاق سر لورۍ خبره نو په دې حقله حمزه بابا گڼ نظمونه ليکلي دي - چې مقصد ئې د پښتنو د ورورولۍ ، اتحاد ، او اتفاق او يو والي سره تړلې دے - په دې موقع به د حمزه بابا يو نظم اتفاق او برکت يو شعرونه وړاندې کړو او نورې خبرې به راغونډې کړو -

بيلي لارې د قامونو د فنا مزل ته رسي

اتفاق ورلره روح دے ژوند کة نو د حرکت دے

د دنيا و کارخانې ته ښکته نور ته نظر وکړه

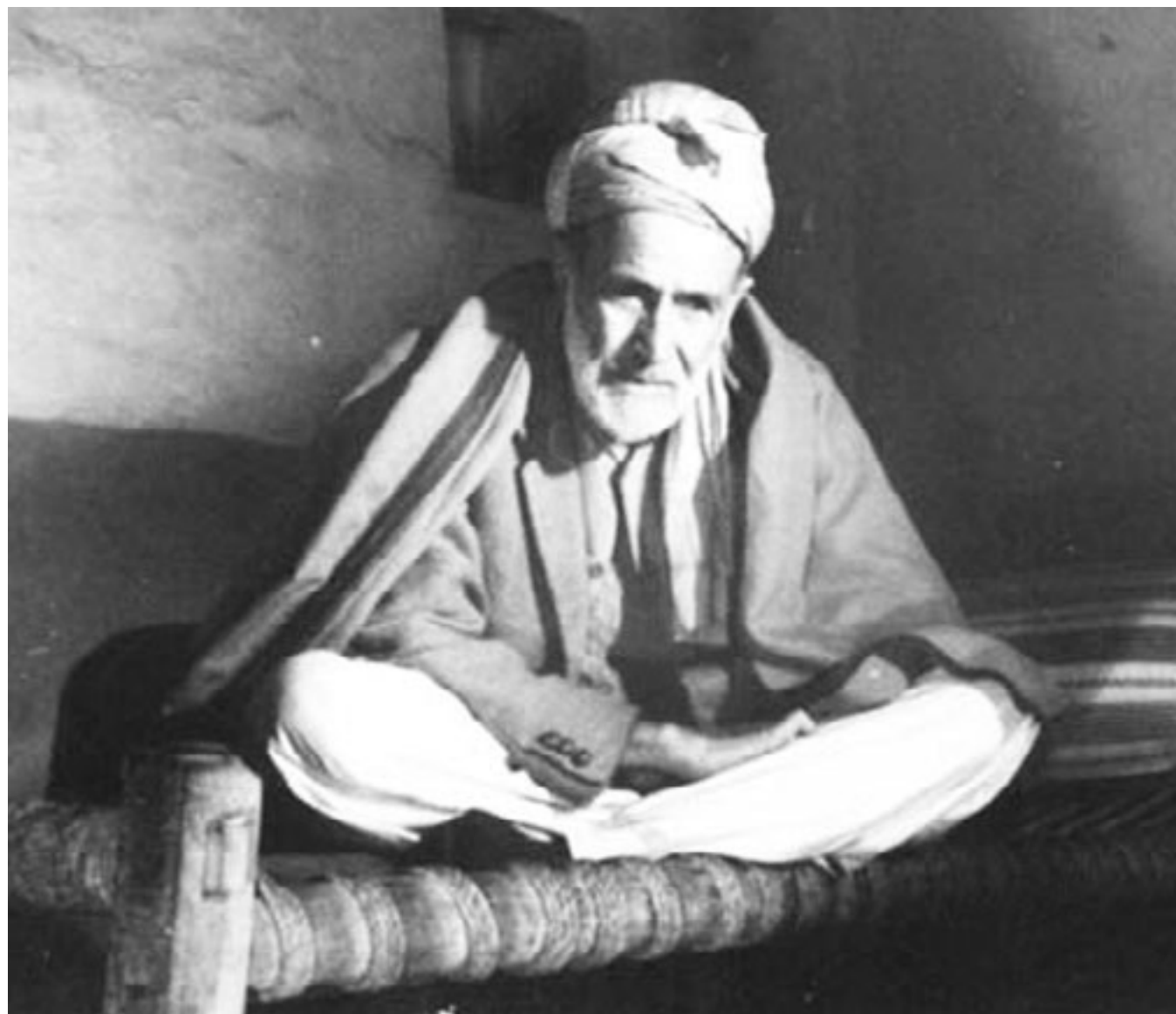
کارجدادهر يو څيز دے په مرکز کښې ئې وحدت دے

دا زنجير نة دے کړۍ ده چې زنجير کړۍ کړۍ شي

پرانستل تړل به څه کړې چې پرېشان دې جمعيت دے

د بلا د غريبۍ نه ويره مه کوه پښتونه

همېشه له اتفاقه پيدا شوې برکت دے



جرگه ايز د ارمانونو دے په زړه کښې

ائنه د جېرانيو په لېمه کښې

د خلوت نة وي جلوت ته په کاته کښې

نشته هيچرته خو بيا وي په هرڅه کښې

په خرد باندې لړلے لېونوتوب دے

عاشقۍ لره رنگين او ستړے خوب دے

څومره پټ هومره ښکاره بغير له شک دے

په کالبوت کښې د خيال لکه نمک دے

په هر ليک او هر نظم کښې چرته چرته چې د پښتو او پښتون ولۍ د ضابطو او قدرونو ځاے کېدو شو - نو حمزه بابا به په ډېر هنر باندې قدرونه ځاے کړي دي - او د خپل پښتنې فطرت ښودنه ئې کړې ده - لکه په “انتظار” نومې نظم کښې د په سپېلنو د نظر ماتي او ننواتي خبرې داسې کوي -

سپاندو نظرماتو زياتولې خوصلې د گل

سترگې د بلبل وي لکه برق په تجلې د گل

مخکښې مې جذبه د عشق د يار په ننواته شوه

ډېره موده پس نگاه په دې خوارې ميرا ته شوه

دا بېخي روحاني او د تصورنه شېخ د کېفياتو نه ډک دے خو هغوي په دې کښې هم د پښتو خواږه شامل کړي دي او د نظم قدر او قېمت ئې زيات کړے دے - دغسې په “پښتنه فقيره” نوم يو شاهکار نظم کښې چې فقيري د کړه وړه ذکر کوي نو تشبېهات او استعاري ورته د پښتو او پښتون ولۍ رو اخلي - چې په نظم کښې د ښکلا سره سره د فن د اظهاريت يو ښکلے مثال وړاندې کوي -

گورې گورې تورې زلفې بې ترتيبه راخوړې وې

يا په سر د دې فقيري د پښتون د بخت تيارې وې

څه د يو بل سره نښتې څه وړې زړې وې

څه وې لنډې څه اوږدې وې د پښتون جنې پرې وې

چې لوظ وکړي بيا ئې نة ماتوي

په ژبه کلک دي لوع واره پښتانه

که ډېرې خلې وي چې يوه ژبه وي

که ډېرې ژبې يوه خله پښتانه

زلفې کمځۍ کمځۍ ښکلا گڼمه

ولې دې وي خواږه واره پښتانه

خداے دده کة خپل مرام ته ورسېري

که د خوشحال په لاره تله پښتانه

نخښه د ژوند ئې څو لمحې پاتي دي

اغياره لاخو نة دي مړه پښتانه

د پښتون دا صفت دے چې چاته سر نة ټيټوي - د پښتو او پښتون ننگ چاته نة ورکوي - سر بائيللي ، زر بائيللي ، جائيداد بائيللي خو ننگ به گټي ځکه چې ننگ او پښتو ئې د وينې سره گډ راغلي دي - او داسې کول ورته د پښتون ولۍ شان ښکاري - د ازاد قبائلي جذبات ئې په نوم نظم کښې داسې بيان کړي دي -

زه لکه د خپلو غرونو سر نة ټيټومه

پورته په همت او استحکام کښې لاله غره يم

ننگ په مسلمان زما د وينې سره گډ دے

ځک د ملت د انگو د پاره سره يم

دغسې د پښتون ولۍ په اصولو کښې جرگه او بدرگه دوه داسې لارې دي چې د پښتون په ژوند کښې ډېر لوع اثر لري - جرگه د يو قوم ، خپل او تپې هغه د سپين روبو مشرانو او ملکانو ټولے يا ډله وي چې د دوو پښتنو ، تپو ، خپلونو او قامونو په مينځ کښې د روغې جوړې او امن د پاره خبرې کوي او صلح ئې راوړي - د دواړو فريقو د پاره د عزت او او احترام قابل وي - جرگه يوازې د پښتون خاصيت دے - دغسې بدرگه ده چې د پښتنو په علاقه کښې د دوستانو مېلمنو بې وزلو او مظلومو کسانو سره د مرستې او کمک د پاره د ځوانانو ملاتړ ټولے استولے شي - او د دې کسانو د حفاظت تر خپله وسه کوشش کوي - حمزه بابا په “درد” نوم نظم کښې د جرگې او بدرگې ذکر داسې کړے دے !

## د جرگې بنسټ مرکه

محب وزير



د تېرو څلور لسيزو راسې چې د پښتنو په خاوره نړۍ کوم غوبل جوړ کړې دې او د خپلو خپلو گټو وټو د ترلاسه کولو د پاره يې چې د دې وطن گټه او لوټه څنگه يو بل سره وجنگول - دا يو ځان ته بحث دے . خو د دغې درز غوبل په اوان کښې نړۍ د پښتنو د پېژندنې هڅې يو په بل سپوا کړې دي او بيا يې د دوي رښتونه دود دستور ته نوي نوي شکلونه هم ورکړي دي - نن د مغرب مدني ټولنې لگيا دي . پښتنو ته د خپلو کلتوري هلو ځلو په گڼ کښې د دوي د

کلتور د کړوډ کولو زهر هم ورکوي - دې کښې جرگه هم شامله ده - د جرگې خپل تاريخي اهميت او کردار د مسخ کولو عمل يې تېز کړې دے - له دې امله ما هڅه کړې ده چې د جرگې تاريخ ، هېيت او مقصد په اړه يوه مطالعه وړاندې کړم -

پښتون قام د خپلې جغرافيايي حد بندۍ له کبله همېشه راسې د بهرنو يرغلگرو په ولقه کښې پاتې شوے دے - په هم دغه وجه دوي په شريکه د ژوند په تېرولو مجبور پاتې شوي دي او په هم دغه وجه مونږ وټيلے شو چې پښتون خپل قامي ژوند او کلتور د مشرانو په جرگو او مرکو دوامدار ساتلے دے او کله چې هم



پښتون قام د څه قسم ويرې اشاره محسوس کړې ده ، نو د پښتنو د ټولو قبيلو مشران او تيمان (اولس) سره راغونډ شوي دي او په گډه يې يوه پرېکړه کړې ده -

د پښتون قام د جرگو تاريخ د 2000 کالوڅخه زيات عمر لري چې په پښتنوکښې د لويې جرگې دور د بده مت په زمانه کښې هغه وخت پېل شو کله چې کشغاني باچا د بده په مذهب کښې د څه اصلاحاتو د پاره د مشرانو څخه يو جرگه جوړه کړه چې پکښې پينځه سوه تنانو گډون درلودو - د ځينو روايتونو تر مخه د اسلام د قبلولو د پاره هم پښتنو جرگه رابللې وه او من حېث القوم يې اسلام قبول کړے دے ، که څه هم د اسلام د قبلونې د دغه روايتونو سره اتفاق کول گران دي؛ خو د لويې جرگې اهم مور د ۱۷۴۷ زېږديز کال د اکتوبر مياشت کښې مخې ته راځي چې د افغانانو د بېلابېلو قبيلو مشران د خپل مشر د ټاکلو لپاره په شپږسرخ بابا زيارت کښې راټول شوي وو چې احمد شاه بابا يې پکښې خپل مشر ټاکلے وه - دارنگې د احمد شاه زوے تېمورشاه د ټاکلو د پاره هم جرگه رابلل شوې وه - له هغې وروسته په ۱۷۹۳ د احمدشاه ابدالی زوے تېمورشاه د خپل پاي تخت د انتقال لپاره د قندهار څخه کابل ته جرگه کښېنوله - په ۱۹۱۶ کال کښې د امير حبيب الله په ورومبي نړيوال جنگ کښې د افغانستان د گډون نه کولو پرېکړه هم جرگې وکړه - همداراز په ۱۹۲۲ کال کښې د غازي امان الله خان د حکومت په مهال ورومپے قانون هم جرگې منظور کړو او د ننني افغانستان د خپلواکۍ او شتون لامل هم لويه جرگه ده -

جرگه ته په پښتني دود دستور او عام ژوند کښې هم يو مهم او اوچت مقام ترلاسه دے - د جرگې پرېکړه يا فيصله په پښتنو کښې د يو قانون حېثيت لري او څوک هم چې د دې نه سر غړوي ، هغه پر او ملامت گڼل کېږي - د پښتنو په هرکلي کښې جرگه د يوې اسمبلۍ حېثيت لري او همدا راز د زده کړې او پوهې د پاره د يو پوهنتون همره وقعت لري - دې کښې نه بډې رشوتونه وى ، نه پکښې سپارښتنې (سفارشونه) او نه څه رعب او دبدبه - په جرگه کښې ټول هغه کسان چې د خپلو خپلو قبيلو نمائينده وي او د جرگې په ټولو قوانينو او لارو چارو باندې پوره پوهه وي او په خپل ځاے د خبرې کولو په سليقه او ادابو نه خبر وي، ته د ناستې حق حاصل دے - زياتره جرگې په زيارتونو ، حجرو او خلاصو ميدانونو کښې ترسره کېږي - جرگه کښې ټول مشران د يوې دائرې په ډول سره کښېني چې په لاسو کښې يې وړې وړې گټکۍ راخستې وي او هر کس خپلې مخې ته د دې گټکيو نه يو منار جوړوي که چرته جرگه ناکامه شي نو بيا دغه ځلي وړانوي او که جرگه بريالۍ شي نو دغه ځلي همداسې پريږدي چې د ځلي وړانول په دې ورځ د جرگې د ناکامۍ او د ځلې پرېښودل د جرگې د برياليتوب معنا ورکوي - جرگه د پښتنو د جمهوريت يو ستره نخښه ده چې په دې کښې زياتره کسان خپلې خبرې په پوره مهارت ، متلونو او نکلونو سره داسې پېل کوي چې د ټولې جرگې مخ خپل ځان ته راگرځوي چې داسې قسمه کسان په جرگو تر ټولو پوهه او هوشيار کسان بلل کېږي - د جرگې

### April - June 2017 Edition

پرېکړه سمه او ټولو ته د منظورۍ وړ وي - د دې هيڅ امکان نشته چې څوک د جرگې د پرېکړې نه مخ وگرځوي - د جرگې د نه منلو او يا په هغې د اعتراض خو هيڅ سوال نه پيدا کېږي او نه څوک دغه پرېکړه بل ځاے ته وړلے شي - د هر ځاے ، هره کورنۍ، قبيلې او قوم د ستونزو مکمل او بهترين حل کړنلاره جرگه ده - په دې شرط چې په جرگه کښې گډ مشران د خپلو ذاتي گټو ، فشار، خود غرضۍ خپلوۍ خپلې خوښې او ناخوښې نه ځان وساتي او يوازې دخداے رضا او د خلقو د خدمت د جذبې او اخلاص لاندې جرگه سرته ورسوي -

خو دلته بايد دا وضاحت وکړم چې پښتو کښې جرگه او مرکه دوه متوازي ولې په بېلو بېلو معنو کښې کارول کېږي - قلندر مومند په «،درياب»، کښې د جرگه لغوي معنا غونډه ، ټولے ، د مشورې مجلس ، مشوره او د صلاح په ټکيو کوي او د مرکه معنا د مجلس ، شورا ، د قبايلو کونسل ، خبرې اترې او ټولي غوښتنه په ټکيو کوي - که وکتے شي ، نو د مرکه په معنو کښې يو قسم عموميت ښکاري او زموږ په مشاهده کښې هم دا راغلې ده چې مرکه هغه پلېټ فارم دے ، کوم کښې چې هر هغه کس چې د قبيلې په گټه او تاوان کښې حصه دار دے ، برخه اخستے شي او د خبرو يا رايې ورکولو حق هم لري - مرکه کښې ډول ، اتن او يو قسم د لښکر انداز وي او هر وگړے پکښې شريک وي - د مرکې بنيادي کار د ستونزو د هوارولو د پاره د جرگې انتخاب وي - د مرکې منتخبه جرگه بيا د بل فريق سره د خبرې اترې د پاره د وسيلې په توگه کارول کېږي - کله چې د دواړو فريقنو منتخبې جرگې يو بل ته مخامخ کښېني او په څه پرېکړه يا فيصله ونه رسي ، نو د دواړو منتخبو جرگو په خوښه د فيصلې د پاره څو داسې کسان منتخب کړل شي چې د يوفريق سره يې هم علاقه يا تړاو نه وي ، دغو کسانو ته «،درېم گړي يا مينځ گړي»، وايي - درېم گړي اول د دواړو فريقونو نه واک واخلي ، ورسره څه برامته يا مچلکه د ضمانت په توگه واخلي او د هغې نه پس فيصله واورې ، که کوم يو فريق د دغې فيصلې نه سرغړونه وکړه ، نو د ضمانت رقم يا وسله يې هم ضبط شي ، ورسره د گرموالي (زياتي) گوته هم وروغزول شي او هغه فريق د پښتونولۍ د دود نه د ويستو (سوشل بائيکات) سره هم مخ کېدے شي -

**نن هر کس جرگه جرگه زوتوي ؛ خو د جرگې په هېئت او د هغې په اهميت ډېر کم خلق خبر دي چې د هغې لاندیني څو سوبونه دي :**

- په جرگه ورومپے وار هله وشو کله چې مغل شاهنشائيت د پښتنو په خاوره د خپل استعماري حکومت د ټينگښت د پاره په خلقو منصبونه او مراعات تقسيم کړل او د پښتنو اشمالي ژوند يې د طبقو سره نور هم مخ کړو او د دربار او سرکار ته د عامو پښتنو د رسېدنه گرانه کړه او حکمرانانو به په کلي اولس د ماليې پرېکړه د خاصو کسانو په مشوره (يا جرگه) نافذ کولو - دلته نه د پښتنو د جرگې حېثيت کمزورے شو -

د هوارلو د پاره چې خومره هم خبرې اترې شوې دي ، هغه د فریقینو د جرگو تر مینځه شوې دي - دوي د دریم گرو یا مینځ گرو کردار بېخي له بېخه ختم کړی دے ، د چا د فیصلو حیثیت چې تاریخي توگه د پښتنو په کلتور کېنې منل شوی دے - پښتنو په دود دستور کېنې اول مرکه بیا جرگه او بیا مینځ گري به په ترتیب کېنې سره بوتلل وي - نن مرکه ختم شوې ده او دریم گري یا مینځ گري هېر شوي دي چې سر او پښې یې غوڅ کړي شوي دي ، نو تشه تنه به کوم کردار ولوبوي -

زما په خیال د دې صورتحال نه د راوتو د پاره باید چې په تعلیمي نظام کېنې څه داسې انقلابي اقدامات وشي چې د نوي نسل خپلوي د خپلې خاورې او خپل کلتور سره ټینګه کړي او دوي نه صرف دا چې د خپلو جرگو مرکو نه خبر شي ، بلکې خپل هغه دودونو ته یې هم رسېدنه وشي کوم کېنې چې به د مشر عزت او احترام کېدو ، د زاناؤ درناوے و، د ماشومانو خیال ساتل وو ، د حجرې پالنه وه ، د مېلمه د ژغورنې او بدرگې سره په مېلمه د کلي د ټولنیزو قوانینو اطلاق و، د نورو قبیلو ، قامونو او نورو مذهبونو منونکیو سره د مینې په تار پېټلے ژوند کېدو او پکښې د برداشت ، اخوت او ورولی یوه فضا وه -

ساتل او بیا تعلیمي نظام کېنې رائج نصاب له لارې وشو - د مروج نصاب له برکته پښتون اولس د خپل تاریخ او کلتور د لوستو په ځای اول د دهلي او لکهنو او بیا د پنجاب تاریخ او کلتور ته مخه کړه - دارنگې د خپلې خاورې سره د نوي کهول خپلوي یو مخ پرې کړې شوه او چې ترڅو د گلوبلائزېشن هوا او د الېکټرانک مېډیا یرغل را رسېدو ، نو د پښتون نوے کهول د نړۍ د هر قام او سیمې د تاریخ او کلتور نه خو خبر پاتې شو ، ولې د خپل ځان نه ناخبر - نتیجه دا شوه چې ټول پښتون قام په یو داسې مقام اودرېدو چې نه یې خپله زمکه پېژني او نه یې اسمان ته د ختو لاره شته -

نن گرده نړۍ د پښتون اولس د ستونزو یوازینے لاره جرگه گڼي او دې کېنې شک هم نشته - د دې د پاره د پولې په هغه غاړه او په دغه غاړه جرگې ترسره کېږي هم ؛ خو جرگې لا تراوسه بریالیتوب هم ځکه نه دے موندلے چې جرگه د خپل بنیاد نه خوځول شوې ده - جرگه د اولس ټاکنېدنه پلټ فارم پاتې شوی نه دے - جرگه یو ځل بیا موثره کېدے شي ؛ خو که د جرگې اصل (یعني مرکه) ته پام لرنه وکړے شي - که د جرگې د انتخاب وظیفه سرکار پرېږدي او سرکاري مراعات یافته طبقه ملک او خان بهادر نه پرته د اولس رایو ته غور کېښودل شي او یوه اولسي مرکه د جرگې انتخاب وکړي - بله خبره دا چې په قبائلي سیمو کېنې د موجوده شخړې

• پېرنګي چې کله د پښتنو په خاوره پونده ټینګه کړه نو په قبائلي سیمو کېنې یې د خپلې اسانۍ د پاره ملکان وټاکل - دغه ملکانو د سرکار د مراعاتو له کبله ډېر زر زر خپل ټولنیز حیثیتونه جوړ کړل - د سرکار سره لانجو معاملو کېنې به هم دغه ملکان دجرگې ټاکنېدگان ټاکل کېدل او بیا دغه راویت ته دوام ورکړے شو - د ملک زوے ملک او نن یې ټسے هم ملک دے او د قبائليو د جرگې ټاکنېدنه هم دے او دارنگې د پېرنګي د سازش ترمخه مرکه هېره کړې شوه او د اولس رایې نظر انداز کړے شوه - او دلته نه په جرگه د عام وگړي باور لږ کمزورے شو او د جرگې په خلاف غږ پورته کول شروع شو او کله کله به داسې هم وشول چې د جرگې په خلاف مزاحمت به قامي غېرت او د جرگې مرسته به د قام خرڅون په معنو کېنې متصور کېدل -

• په جرگه بل برید هله وشو کله چې پخواني جرنېل ضیاء الحق افغان مهاجرینو ته د کومک رسولو د پاره د جرگو په ځای شورا جوړې کړې او دلته نه یې جرگه د مذهب په نوم د خپلو سیاسي گټو د پاره وکاروله او د پښتنو د کلتور دا اهمه څانګه یې د مکمل تباہۍ په لور ور دېکه کړه چې د هغې اثرات تر ننه مونږ په قبائلي سیمو کېنې ډېر جوت وینو -

• په جرگه یو بل ډېر خطرناک وار ورومبے د تعلیم نه د قبائلي اولس محروم



## پښتو ټپه او رومانيت

### سجاد ژوندون



“ انسان ازاد پېدا دے خو چې چرته گورې نو راگېر دے” د ژے ژاک روسو په دې خبره کښې يوه ډېره لويه فلسفه پرته ده - انسان فطرت ازاد زېږولے دے - خو چې کله مذهب او معاشرې ته رادننه شوے دے نو ذهني غلام گرځېدلے دے - د روسو دغه نظريه وه چې په فرانس کښې ئې اولس د ذهني غلامۍ نه ازاد کړو - دې سره په اتلسمه صدۍ کښې انقلاب فرانس په وجود کښې راغے - د روسو د دغسې ليکونو نه د فرانس سره تعلق لرونکو خلقو اثر واخستو - خو کوم اثر چې فلسفيانو او شاعرانو واخستو هم د هغې په وجه د روسو دغه فکر تر ننه ژوندے دے - په دغه شاعرانو کښې بايرن ، جان کېتس ، وډرز ورت ، د ستانې وړ دي - دغې شاعرانو په شاعرۍ کښې د زړو رواياتو نه بغاوت وکړو - يعنې د کلاسزم په ضد ئې ليکونه شروع کړل - چې د يو تحريک په ډول مخ په وړاندې روان شول - د روسو دغه تحريک د رومانټسېزم په نوم وگرځېدو -

هر څو که د رومان او رومانيت دغه ټکے تر ډېره وخته راسې په ادبي فضا کښې بې معنې او بې مفهومه وه چا ئې د روميانو څحه معنه اخستې ده او چا د لاطينۍ ژبې نه - بلکې ايف اېل لوکس F.LOCAS په خپل تاليف Decline and fall of romantic ideal کښې ئې ۱۱۳۹ تعريفونه کړي دي - په دې حقله ډاکټر سليم اختر ليکي ! ” دا ټکے چې څومره خوږ او زړه راښکونکے دے هومره ئې تشریح کول گران دي - او مخکښې ليکي د زړې فرانسۍ نوم رومانز وه چې ورستو د رومانس په شکل کښې په وجود کښې راغے - په يو وخت کښې داستان ته هم رومانس وئيل کېدل -“

مطلب ترې هغه واقعات يا خبرې وې چې انسان زيات تره خيالي راجورې کړې وې - او د حقيقت سره به سم نه وو - لکه د دېوانو دېوتاکانو ، يا شهزادگانو د ميرانې داستانونه - ډاکټر صاحب شاه صابر ليکي ! ”د نااشنا او ناشونو واقعاتو له کبله به په دغې قيصو او د دغې قيصو د بيان انداز ته روماني وئيل کېدل - نو په فرانس کښې ټول عقل هېرانونکو څيزونو او خبرو ته رومانيت وئيل عام شول -“

په ادبياتو کښې د رومان وړومبے ټکے په ۱۷۸۱ کښې هوډر استعمال کړے دے -

خو د اصطلاح په طور شليگل او مادام ډي ستائلي دا ټکے په ۱۸۰۲ پکار کړے دے لکه څنگه چې د فرانس اولس د هر قسمه زاړو قوانينو رواياتو بغاوت وکړو دغسې شاعرانو هم د کلاسيکي رواياتو بغاوت وکړه - تر ننه دغه دوه روايات د يو بل په ضد استعمالوے شي چې يو ته رومانيت او بل ته کلاسکيت وئيلے شي -

پښتو ادب ته د رومان اصطلاح د اردو ادب څحه راغلې ده - چې د اولسي داستان له پاره پکارېږي - هم د دغې ډېرو ليکوالو غلط فهمي گرځېدلې ده چې د فرانس نه راغلي تحريک ته د هلک جيۍۍ د مينې داستان يا د دغې سره تعلق لرونکي اقدارو ته رومانيت وائي - داسې هم نه ده چې گڼې رومانيت په پښتو ادب کښې د شلملې صدۍ نه مخکښې نه دے تخليق شوے - د رومانيت چې کومې غوښتنې دي او کوم خصوصيات دي هغه د روسو نه مخکښې زمونږ په ادب کښې پراته دي چې غوره نمونې ئې د روښانيانو وحدت الوجود دے او د خوشحال خټک بې باکه اظهار دے - لکه د ميرزا خان انصاري دا شعر !

#### په جهان دې ښائست ورکړو ولونه ولونه

#### بيا دې خپل ښائست د خپل جهان انځور کړو

خوشحال خټک وائي !

#### زه خوشحال کمزورے نه يم چې به ډار کړم

#### په ښکاره نعرې وهم چې خله ئې راکړه

خو دلته يوه خبره سپينول ضروري دي چې که چرې په پښتو ادب کښې مونږه د رومانيت په بشپړه توگه څېړنه کوو نو په دوو برخو کښې به ئې کوو - اول شعوري طور رومانيت يعنې هغه تخليق چې نېخ په نېغه د انگريزي او فرانسې ادب نه فارغه شوي وي - دغه ليکوال د روسو او د روسو د ملگرو فکري طور ملگري شوي وي - په دغه ليکوالو کښې غني خان ، اشرف مفتون ، عبدالرحيم مجذوب، هاشم بابر ، سېدالرسول رسا ، رب نواز مائل ، د ستائينې وړ دي -

دوېم زمونږه هغه تخليق چې غېر شعوري طور روماني تخليق شوے دے - لکه زمونږه اولسي سندرې ، ټپې ، او يا د خوشحال خان افکار - په دې ټولو صنفونو کښې د پښتوټپه يو داسې صنف دے چې دجهان هره موضوع ئې په ځان کښې راټوله کړې وه - تر اوسه ئې په هر اړخ کار شوے دے خو د رومانيت په هنداره کښې چا نه ده کتلې - زه غواړم چې د رومانيت په رڼا کښې د ټپې روماني جائزه واخلو -

رومانيت غواړي چې د يو انسان په زړه کښې هر څنگه ارمان يا خبره وي هغه دې په ډاگه اظهار وکړي - نه چې د معاشرې مذهب يا بل څه قدغن له وجې دې

##### April - June 2017 Edition

دغه اظهار په زړه کښې دفن شي - رومانيت انسان ته د معصوم په نظر گوري - د رومانيت په نزد قوانين ، ضوابط ، مذهب، دود دستور، د انسان د پاره پېدا دي - نه چې انسان د دې له پاره پېدا دے - خو داسې هم نه ده چې گڼې انسان دې د دې د خدایے تصور نه منکر شي - بلکې رومانيت د زړه قائل دے او هر مذهب خپلو منونکو ته د زړه نه د منلو حکم کوي - د اسلام مقدسه دين هم مومنانو ته بار بار د الله د ذات په حقله دا تلقين کوي - چې د زړه ئې ومني او ايمان پرې راوړي - صوفيان دغه ذات په زړه ويني او په زړه ئې اوړي چې د رومانيت غوره نمونه ده -

رومانيت په جذباتو اډاڼه وي په تخليق کښې د عقل پرستۍ قائل نه وي - پښتو ټپه چې پښتون قام څومره زور دے هومره ټپه زړه ده - پښتانه ټول عمر په غرونو کښې پاتي شوي او د سيندونو خواته ئې ژوند کړے دے - د فطرت په غېږه کښې دې قام په زرگونو کلونه تېر کړي دي - دا خلق اوس هم معصوم او ساده ژوند تېروي - دوي چې وخت په وخت کومې ټپې تخليق کړي دي دغه ټپې که شائد روسو ته چا اورولې وې نو ضرور به ئې وئيل چې هم دا رومانيت دے - لکه دا ټپې !

#### گودر ته ځم راپسې راشه

#### ما په منگي کښې پراتې راوړي دينه

#### په لوړو غرونو خدایے مئن دے

#### په سر ئې واوړې وروي وېښ کښې گلونه

#### مورې کوچيانو له مې ورکړه

#### چې تور اوربل مې د سپين غر شمال وهينه

#### توهمات :

توهمات يا ديومالايي اثر درومانيت وړومبے توکے دے - په نړۍ کښې څومر ه قامونه تېر شوي دي - ټولو د ځان د نسل او او د ماحول د بقا په خاطر داسې عقائد تخليق کړي دي چې که په نن وخت کښې ورته مونږه د هغې خلقو کم علمي يا د سائنس سره نابلدي وايو خو بيا هم په خپل وخت ئې انسان مطمئن ساتلے دے - لکه که د يو خدایے شعور په انسانانو کښې نه وه خو بيا هم د مختلفو خدايانو او مختلفو ديوتاکانو تصور په انسان کښې د ښه او بد تميز پېدا کړے دے - بلکې زه خو وائم چې که سائنس د عقل په زور ډېر مخ په وړاندے تلے دے خو بيا هم د



د ملاکنډ په سر به خېږو

په کټاو باندي دې ووهه مېښونه

زما دې علم پکار نه دے

د اباسين چپې دې يوسه کتابونه

### باغيانه افکار:

څنگه چې ما مخکېښې وئيلي دي چې رومانيت د رواياتو په ضد راغله دے او غواړي چې انسان دې په خپل ځان په زور منلي شوي قدغونه مات کړي - هغه دي د زړه مالک شي او د زړه په لاره دې لار شي - د هغه رواياتو نه دې بغاوت وکړي کوم چې په ده په زور مسلط شوي دي - د بائرن شاعري د داسې فکر لرونکو بنسټ دے - په پښتو ټپه کښې هم پښتنو جونو د خپل زړه اظهار په خپل خلاص مټ کړے دے - هغه که دميني نه د منکر خلاف دے او که د طبقاتو خلاف دے - لکه دا ټپې!

يوه خوا پښتو بل خوا جانان دے

زه د پښتو زنجير شلوم جانان له ځمه

په پلار مې بله جرگه وکړه

که در ئې نه کړم په وړومبي چرگ بانگ به ځونه



په لاره ځي په کابو ولي زيارتونه

په کشمالو کښې مې حلال کړئ

چې جنازه مې ښاپيري وچتوينه

منظر نگاري:

په رومانيت کښې منظر نگاري هم يو اهم توکے دے - د رومانيت فکر لرونکي شاعران او نور ليکوالان په خپلو ليکونو کښې په شعوري طور په خپلو فن پارو کښې د فطرت د منظرونو ستاينه کوي - ځکه چې د رومانيانو په خيال د خداے ذات د چا د نظر ئې يا د چا د يو سوچ په ذريعه پېژندل دغه ذات په يوه دائره کښې بندول دي - ولې بل طرف ته که يو انسان په غره کښې ناست يو شپونکے دے او هغه خپلې هېرانۍ وړے دے چې دا ستوري ، سپوږمۍ ، سيندونه ، غرونه ، اېشارونه ، او سمندرونه وغېره ضرور چا پېدا کړي دي نو ده هغه دې سوچ د خداے حق ذات د ټول کائنات خداے وگرځوه نه چې د يو مذهب - دې نظر ئې د سوچ په يورپ کښې د پروټسټ او کټولک روان جنگ ختم کړو - زما په خيال دغه د سپکولر ازم اوله شروع وه - وروستو بيا شاعرانو د رومانيت د پاره منظر نگاري يو اهم توکے وگرځوه - پښتنو هم په ټپو کښې خپل وطن غرونه او سيندونه ستائيلي دي - چې د ستائني وړ دي دغه څو ټپې د بېلگې په طور!

د گودر هر بوټے دارو دے

پرې لگېدلي وي د پېغلو پلوونه



انسان اخري اسره مذهب دے - لکه که يو مريض د دنيا د هر ډاکټر نه علاج وکړي او ښه نه شي نو بيا اخر دې خبرې ته امېد راکوز شي چې "خداے دې د خپلې لارې دارو کړه" - رومانيت د انسان د دغې عقائدو مرسته کوي - هغه که په هر مذهب کښې وي خو په اولس د مسلط شوي انسانانو په ضد اواز پورته کوي چا چې ځان په زوره د خدايانو يا ديوتاگونو نازولي گرځولي وي او د اولس نه ئې خپل خداے ترورلے وي - د فرانس خلق هم دغې مذهبي ټهېکدارانو غلامان کړي وو - روشن فکري چې کله مخې ته راتله نو د فرانس خلقو تر ټولو اول خپل پوپ او چرچ په خپل لاس کښې واخستل -

په پښتنو کښې نن هم ډېر توهمات شته چې د سائسي دور باوجود نن هم د عقيدې په طور چلېږي - لکه په سپېلنو نظرماتي کول ، سترگه رپېدل ، د اوږو دانگل - د کارغه په بلي اواز کول د مېلمه د راتلو علامت گڼل - د زيارتونو نه مراد غوښتل - د کشمالو بوټي ته ښاپيري راتلل - هم دا توهمات دي چې پښتو ټپې په خپله غېره کښې رانغښتلي دي -

بانډه مې ربي زرگے وائي

جانان به راشي چې کارغه نعرې وهينه

پېغلې لوگي ټول سپېلني کړل

چې ئې په سپينه ورځ اشنا غزا له ځينه

د لېونۍ حاجت پوره شو



چې ملاقات پکښې د خپل جانان کومه

بيا به نرے قميص ونکړم

پرون باران وه جانان ټوله وليدمه

غواړم چې په اخر کښې د رومانيت په بابله د ښاغلي صديق روحي دغه خبره مخې ته کېږم - او دا ووايم چې د رومانيت دا ټولې خوبې په پښتو ټپه کښې په غېر شعوري ډول بيان شوي دي - خو بيا هم رومانيت د لکه صديق روحي صېب لکي ! "رومانتک ليکوال د خپلو اعصابو د تسکين د پاره د تحيل ، وهم پرستي ، ازادي ، د طبيعت د مناظرو سره مشغولا ، طغيان او سرکشي ، عشق ، شعر او موسيقي ، د افسانو د سېملونو تراشل ، بېهودي او ځان هېرول ، او داسې ډېر مفاهيم خپل شعار وگرځول" - که دا هر څه مونږه په نظر کښې وساتو او د پښتو صرف دا يوه ټپه د رومانيت د پاره مخې ته راوړو نو هم کافي به وي -

چې لېونے شوے حال دې ووې

روغو به کله چاته وې د زړه حالونه



تا کښې خرڅېږي د رامداد د کور شالونه

چې گجوخان د قام باچا وه

د پښتنو په ډېرو بل وو مشالونه

د ملتان دې کمال ته گوره

په اندر شېر لکه د شېر په شان راځينه

که د خالو لښکرې راغلي

زه به خپل يار له د گومل درې ته ځمه

#### جذبات نگاري:

افلاطون چې شاعر د خپل خيالي رياست نه وپستو هغې کښې يوه وجه دا هم وه چې افلاطون شاعري د عقل په دائره کښې بندوه- خو رومانيت د بې باکه اظهار او جذباتو تر جمان دے - د نفسياتو پوهان هم هغه خبرې د خپل مريض په خله راوستل غواړي کومې چې د هغې مرض وجه وي او مريض لاشعور کښې قېد شوي وي - د لاشعور دغه خبرې چې شعور ورته بند تړلے وي يا خو د خوب په شکل کښې څرگندېږي او يا د فنون چې خاص طور د انځور گری- يا شعر په ذريعه مخې ته راځي -- پښتو ټپه د هغه ټولو خبرو ترجمانه ده کومې چې د يوې پښتنې د پاره په شعوري ډول کول مرگ وي - لکه !

بېکا مې داسې خوب ليدلے

د سر زړوکه رانه سپو وتښتونه

ته راپه ياد شولې جانانه

د ژمي شپه وه جام مې کټ کښې واړونه

خوب تصور مې دواړه خوښ دي

خانان به بيا سره خانان وي

پکښې به دل شي د رامبېل چامبېل گلونه

په غرمبېدلو سپو راوړه

لږ د چړو د څوکو زه درتېره شومه

زما نه دواړه کاره نه شي

يو دې مېچن کړم بل دې غاړه درکومه

#### اتل پرست!:

اتل پرستي هم د رومانيت يو اهم توکے دے او هم دلته د رومان هغه مطلب مخې ته راځي - په کومو خبرو کښې چې د اتلانو يا د دېوتاگانو د مړانې ذکر کېږي رومان بللے شي - لکه زمونږه په اولسي داستانونو کښې چې کوم کردارونه دي هغه زمونږه په ټپو کښې ستايلي شوي دي - يا زمونږه د قامي اتلانو لکه گجو خان ، احمد شاه ابدالي، مېوند ملاله ، ملتان خان ، غوندي اتلان په ټپو کښې ستايلي شوي چې د رومانيت تقاضه پوره کوي - لکه دا ټپې

د ملاکنډ بازاره وران شې



### گټه لوتنه که لرگے:

گټه لوتنه که لرگے داسې لوبه ده چې کله ماشومان يو ځای ته راټول شي او د دې لوبې اهتمام وکړي نو په يو اواز وايي چې گټه لوتنه که لرگے - په دې کښې يو هلک دوي غل ټاکلي وي هغه په دغه درې توکو کښې يا گټه ياده کړي يا لرگے يا لوتنه او د مثال په توگه که گټه ياده کړي نو ټول ماشومان گټې له ځان رسوي - که فرض که کوم يو ماشوم گټې له ځان ونه رسوه نو هغه کښې به ډب وه ، ډب په مطلب د غل ټاکل - او بيا دغسې هغه به نورو ماشومانو پسې منډې وهلې -

### شوتے ، کاکچي ، (گلي ډنډا)

شوتے لوبه کومې ته چې د مومندو په علاقه کښې شوتے وايي ، د يوسفزو په علاقه کښې ورته کاکچي او شوتے ډنډے وايي - خو په عمومي توگه دا په گلي ډنډا مشهوره ده - دا لوبه خاص د هلکانو لوبه ده - او جينکې خاص طور دا لوبه نه کوي - د دې لوبې طريقه کار داسې ده چې په زمکه کښې يو موټے ځای لکه د قبر په شان وکنستے شي - او د لرگي خاص طور د لختې د دوو ټوټو نه کاکچي ډنډي ساز شي - کله چې د شوتې د پاڅه به ئې کاکچي کښېوده او په ډنډي به ئې په هوا کښې وچته کړه او په زور سره به ئې ورله ډنډي راخلاصه کړه - د شوتے لوبه په مختلف علاقه کښې په مختلف قسمونو سره کېږي -

### شا ټوپي ، ډبلي لوبه:



چيندرو د اريايي تهذيب سره تعلق لرونکي د ټولو قامونو د پېغلو لوبه ده ولې دا په پښتنه سيمه کښې وخت په وخت شوې ده - کور په کور کښې او هرې پېغلې دا لوبه کړې ده - د چيندرو د لوبې طريقه داسې ده چې په زمکه يو مستطيل شان نقشه جوړه کړې شي - په هغې کښې بيا پينځه کورکي راښکلي شي - چې خانې هم ورته وئيلي شي - او يو وړه شان پيتکه چې څوک ورته بينو او څوک ورته موسی هم وائي - د د پاره يا خو د لرگي ټوکره استعمالېږي يا د پالش خالي شوے ډبے پکارېدو - دغه موسی به په يوه خانه يعنې کورکي کښې کښېوده شوے - او په الگوډي انداز کښې به په يوه پښه باندې هغه موسی کش کېدله - که موسی به په کرښه راغله يا پښه به په کرښه راغله نو وارې يعنې نمبر به سوځېدلې وه په دې حقله د پښتو يو دوه شعرونه دي - چې !

### د چيندرو په کورکو کښې الگوډے دے

### ژوند په هر قدم گړکي ده لږ په خيال څه

### که دې پښه په کرښه راغله لارې وسوې

### خپلې دوه سترگې څلور کړه په کمال څه

### پټ پټونے:

پټ پټونے هم لکه د چيندرو ډېره عامه او د هر ماشوم د خوښې لوبه ده - په پټ پټوني کښې د جينی او هلک قېد نشته - پټ پټونے څه په داسې لوبه وي چې يو ماشوم سترگې پټې کړي - او نور ماشومان د هغه نه ځای په ځای پټ شي - څه وخت پس اواز وکړي چې درځم - - او ماشومانو کښېورته يو تن اواز وکړي چې راځه پي - - دې سره دغه ماشوم رامنډه کړي او يو يو ماشوم پسې گرځي چې کوم ماشوم ورله په لاس ورشي نو په سر ورته لاس راکاږي - بيا بل وار هغه هم هاغه ماشوم سر پټوي د په سر چې لاس راښکله شوے وي -

### شلغاتي:

شلغاتي هم د پښتنو د علاقه د ماشومانو يوه ډېره مشهوره لوبه ده - کله چې د دې لوبې د کولو د پاره ماشومان راټول شي - دغه ټول ماشومان په دوو ډلو کښې تقسيم شي - بيا به يوه ډله په يو اړخ او بله ډله په بل اړخ خوره شوه - ځان سره به ئې سکاره راواخستل او په پټو ځايونو کښې به ئې لنډې لنډې کرښې راښکل شروع کړې - د يو ټاکلي شوي وخت پورې به هرې ډلې دغه کرښې پټې پټې راښکلې او اخر چې وخت به پوره شو نو يو بل ته به ئې اواز ورکړو چې شلغاتي توپنی - دې سره به دواړو ډلو د يو بل په کرښو پسې درک شروع کړو - که کومې ډلې به د مخالف ډلې نه زيات کرښې پټې ساتلې وې او پيدا به ئې نه کړې شوې - نو هغه ډله به کامياب وه -

## په پښتونخوا کښې د ماشومانو څو انتخاب لوبې

### نائله شمال



کله چې انسان دې دنيا کښې د تهذيب په دائره کښې رابند شوے دے - نو ځان له ئې ژبه ايجاد کړې ده - يو ټولگے ئې جوړ کړے دے - او د دنيا نظام ئې په قلاز قلاز روان کړے دے - ځان له ئې خپل دستور او رواجونه جوړ کړي دي - د ادم نه تر دې دمه ئې بلها پرمختگ کړے دے - دغه انسان وخت په وخت د ژوند د ضرورت د پاره د دنيا په گوټ گوټ کښې خور شوے دے - کله چې د يو بل نه کومه ډله جدا شوې ده نو ځان ته يو بېل کلتور ئې په وجود کښې راوستے دے - دغه قبيلې نن د قامونو په رنگ دي او په دغه قامونو کښې يو قام د پښتون قام هم دے - چې ځان ته يوه خپله پېژندگلو کلتور او ثقافت لري - چې خور وور دے - زه غواړمه چې په دغه کلتور او تهذيب کښې د ماشومانو د سندرو يوه لږه شان پېژندنه وکړم کومې چې د پښتونخوا په سيمه کښې وخت په وخت ماشومانو کړي دي - دې کښې څه لوبې داسې هم دي چې نن هم کېږي د ځنې لوبو شکل بدل شوے دے او ځنې له مينځه وتلې دي -

### چيندرو:





ډبلۍ لوبه هم گن ماشومان کوي - د دې لوبې طريق کار داسې دے چې ټول ماشومان په گول دائره کښې کښنولې شي - هغوي ته دا تائد شوي وي چې تاسو به لاندې زمکې ته گورئ شاته به بلکل نه گورئ - د دوي نه گېر چاپېر يو کس تاوېږي او د لويټې نه ئې ډبلۍ جوړه کړې وي - د دې ټولگي نا چاپېره چورلي او غلې شان د يو ماشوم شاته دغه ډبلۍ کېږي - او چې کله د دغې ماشوم خواته راشي نو رو شان ئې په ډبلۍ راکېږ کړي او دې سره هاغه ماشوم منډا کړي تر هغې منډا وهي تر چې خپل ځاے له واپس راغله نه وي -

### چيرو لوبه ( چمياري )

دا لوبه د پښتونخوا په هره سيمه کېږي - دې لوبې د پاره د تک د ازاد ځاے ضرورت وي - خو ماشومان راټول شي يو موگے په زمکه ټک وهي او پرے ورپورے وتړي - د پري او د موگي په وېخ کېښې ماشومان خپلې چيږې جمع کړي - او يو تن له دغه د موگي پرے په لاس کېښې ورکړي - هغه چاپېره چورلي او ماشومان کونښن کوي چې د هغه نه دغه چيږې واخلي - کله چې ماشومان په ټولو چيرو اخستو کېښې بريالي شي نو دغه هلک پرے پرېږدي او په منډا د يو ټاکلي شوي

ځاے پورې منډا وهي- او شاته ماشومان ئې په چپلو ولي -

### ميرگاتي:

ميرگاتي د پښتونخوا د ماشومانو داسې لوبه ده چې صرف جينکۍ ئې کوي - د دې طريقه کار هم داسې دے چې شپږ غونډي غونډي کاني راواخلي او يوه ورسره د ربړ گوله وي - د دې لوبې مختلف قسمونه او مختلف نومونه وي - هم دغسې د دې مختلف مرحلې وي چې يوکا، دوه کا، درې کا وي - د دې نه پس ټاپو وي او د ټاپو نه پس اشارت ، گودام ، بدلونکې ، گودام ، کوتره ، کرښه ، رپ رپے ، ټک ټکے ، او اخرۍ مرحله غر وي - د يو غر سره په مخالف ماشومې باندې سل چپاتي- پورې شي - په بدل کې به دغه بله ماشومه هم غر خلاصوي - هم دغسې غر خلاصول د دې لوبې انجام وي -

### تورمخه بابا :

تور مخه بابا د پښتنو ماشومانو يوه لوبه شان ده چې ولې بل خوا دې په شاه يو ديو مالايي تصور پټ دے - په دې لوبه کې چې د ماشومانو د خلې چې کوم شعرونه ادا کېږي هغه خالصه پښتو ده - له دې وجې د گمان پوخ کېدے شي چې دا لوبه د پښتنو يوه لرغونې لوبه ده - د دې تعلق د پښتنو د گرمو علاقه سره دے - هر کله چې د هار يا جېټ مياشت کېږي گرمي خلّه واچوي او باران نه کېږي نو څو ماشومان په سره غرمه کېږي راټول شي او قميصونه له ځانه وباخي - او ټول په شريکه د کلي په کوڅه کوڅه سر شي - او چې په کور هم ننوځي نو ټول په شريکه باندې دغه سندره وائي --

تور	مخه	بابا	ژاړي
په	مخ	سپېره	غواړي
اوره	او	داني	غواړي
خدايه	باران	وکړي	
وچ	کاني	لوانده	کړي

د هغې کور زبانه د کور په تبجي د دغې ماشومانو مخونه تور کړي او د پاڅه پرې اوبه هم واچوي له دې نه پس ورته يا گوږه ، يا اړو وړکړي - دغسې چې دا ماشومان په ټول کلي کېږي وگرځي نو بلها گوږه او اوره راټول کړي - په جمع ترې حلوه پخه کړي - او دغه حلوه بيا په لاروه خلعو وخوري - دا د دې ماشومانو عقیده ده چې خداے پاک رحم وکړي او باران وشي - د خالد حسرت صېب د نظم مطابق چې خداے پاک دا باران ځکه کوي چې دا ماشومان خداے پاک ته خپل مخونه تور کړي او د تور مخ د دې خبرې علامت دے چې ماشومان خپل ځان گناه کار تصور کوي - له دې وجې نه خداے پاک د دې ماشومانو سره هاغه گناه کار هم معاف کړي چې د چا زړونه تور وي او باران د هغوي د وجې نه کېدو -

### گوډيانې لوبول:

گوډيانې لوبول د دنيا د هر تهذيب ماشومانو جونو کړي دے - هره ماشومه دا ډېر په شوق سره کوي - ځکه چې د يوې ماشومې د دې لوبې سره نفسياتي تړون هم وي - ځکه چې دغه ماشومه په مستقبل کې يوه مور جوړېږي - په پښتنه معاشره کېږي د کور واک د ښځو سره وي - له دې وجې نه چې کله گډيانې لوبېږي - نو له دغې د پاره ماشومانې جونو يوه کوټنۍ جوړوي او د دغې کوټنۍ په حدود کېږي دننه گوډيانې د خپلو ماشومانو په شان لوبوي - د دغو گوډيانو واده هم کوي او په خپل مينځ کېږي د کور د لوبو مات کودي د دغه گوډيانو د ودونو داج وي - او په گوتو ورله کېږي جوړېږي - په گوډيانو کېږي که يو خوا د پښتنې معاشرې عکاسي کېږي - نو بل خوا د ماشومانو جينکو د مستقبل د کورنۍ روزنه هم کوي -

### د چا د کوڅې خاورې:

دا لوبه به اکثر هلکانو او جينکو په شريکه کوله په دې کېږي به يو تن به باچا وټاکلے شو - ټولو هلکانو به باچا ته وئيل چې ! "د چا د کوڅې خاورې" او باچا سلامت به په کلي کېږي د چا د کوڅې د خاورو غوښتنه وکړه چې د "پلانکي د کوڅې خاورې" - دې سره به ټول هلکان په يوه منډه تلل او د هغې کوڅې خاورې به ئې راوړي - کوم چا چې به مخکېږي د هغې کوڅې نه خاورې راوړي د دې نه پس به هم هغه باچا وه - په دې حقله د صوابۍ د سيمې د جان يوسفزي دغه شعرونه چې

راوړلې به ما ستا او تا زما د کوڅې خاورې

کولې چې به لوبې مونږ د چا د کوڅې خاورې

ورتلې به هيڅوک نه شو خو چې تا به راته ووې

په منډا به مې راوړي د بلا د کوڅې خاورې

### دوسۍ:

دوسۍ لوبه په مختلفو شکلونو کېږي کېږي - دا هم د گندهاره د تهذيب د دور لوبه ده چې د پښتنو په سيمه اوس هم په حجرو او ډاگونو کېږي کېږي - دوسۍ د نهه نهه کاڼو هم وي او د درې يا پينځو کاڼو هم وي چې گټۍ ورته وئيلي شي - په دې کېږي د ډېر ذهن او عقل او فکر نه کار اخستلے کېږي - بلکې يو خوا که دا د entertainment ذريعه ده نو بل خوا اراپوهان د تاش ، ليو ، شطرنج ، سره سره د دوسۍ تلقين هم خپلو مريضانو ته کوي -

### څڅے:



لاس واچوي - او خپلو کښې سره ورشي - هر کله چې يو کس راوغورزېږي شا يعنې ملا ئې په زمکه ولگي نو هغه بائيللے وي -

هر څو که په دې موضوع د پي ايچ ډي هومره کار پکار دے ځکه چې په يو مضمون کښې د دې احاطه نه کېږي -



پرزولې د نړيوال تهذيبونو لوبه ده د دې نښخې د دنيا په هر تهذيب کښې ليدے شي - لکه د سپارټا او ايتهنز د پهلوانانو تر مينځه به هم پرزولې کېدې - دا لوبه به اکثر په غلامانو کېدله چې غټو خلقو خصوصا باچايانو به دغه لوبه خپل قام ته د ډالۍ په طور پيش کوله - هر څو که دغه وخت دا يوه ډېره خونړۍ لوبه وه يعنې دوه کسانو به يو بل په مرگ باندې پرېښودو - خو ولې د نن جديد دور کښې دې لوبې د رېسلنگ ، باکسنگ ، او کت کېدې شکل اختيار کړے دے - دا لوبه اوس هم د سپرلي په موسم کښې د پښتنو په ځيني علاقه کښې کېږي - د پرزولو طريقه کار داسې وي چې دوه پهلوانان ځوانان خپلو کښې سره د مقابلې د پاره



دا هم د پښتنو يوه لرغونې لوبه ده خو د دې لوبې تعلق صرف د ځوانانو سره دے - دا لوبه د دوه کسانو تر مينځه کېږي - هر کله چې دوه کسان خپلو کښې يو بل ته په مېدان کښې مخامخ شي - نو په يوه پښه ودرېږي يعنې د الگوډي شکل اختيار کړي - دغه دوه کسان د يو بل سره په مقابله ورشي او کوشښ کوي چې مخالف کس زمکې ته گذار کړي يا پرې دوېمه پښه ولگوي - دا لوبه اگر چې په پښتونخوا کښې ختمه شوې ده ولې بيا هم خپل يو لرغونے حېثيت لري -

**پرزولې:**

دے - دې ښاريو کښې دا خلک ټول د يو ځاي بل ځاي دي گورئ - دې کښې د دغې ځاي سرے نه وي ما وي ښه !- ما وي دلته کښې يو څادرونو والا دکان وه سواتي يو هلک وه - وي هغه هغه ختم کړے دے هغه وي نشتې غور کپده -

ولاړ وم ما وي راغلي خو هسې هم ئې راشه ټوپي ته لاړشا - ټوپي ته کپدے شي کومې څادر مېلاو شي ټوپي تا لاړام ټوپي ته چې لاړم بس د مونځ وخت وه - د اډې هغې جمات کښې مې مونځ وکړو- ښه پيتاو وه - هلته خو تبليغيانو ډوډي موډي اچولا قاصو کښې - ماته ئې وي کښېنه روټي وخوره - ما يو ځل وي دې سره روټي خورمه صفا سوتره روټي ده - زه هوتلو کښې ډوډي اوس نه شم خوړلې - بس زړه مې خراب شوه دے زړه مې کرک جن دے - ماتي دوي سره ئې وخوره - بيا مې وي زه يره پرېږده ئې - نو لاړم ايله يو هوټل وه په هغې کښې مې څه ماش دال غوندے سره ډوډي وخوره - هغې کښې يو آشنا ملاو شو هغه ډوډي خوره چې سړي سره داسې څوک ملاو شي زه بيا په دې ډهر تنگېرم - اکا دې خيال ئې وائي کښېنه او کښېنه ما سره وخوره زه به تاسره وخورم - دا قيصه ئې بيا-

نو هغه وي راځه راځه ما وي نه ته ډوډي خوره - دې د ټانکوي وه - وائي ته راځه کښېنه نو بس ډوډي وي زم خورم دواړه به ئې وخورو - ما ورته وي زما ملگرے هغه جمات کښې مونځ کوي- لپت دے- ما ئې زه به هغه ته ولاړ يم زمونږ پته نه لگي چې دې هوټل کښې ډوډي خورو که کوم يو کښې ئې خورو - هغه ووي چې زه به ده له پيسې ورکړمه - تاسو به بيا ډوډي وخورئ - مئي نه وي پيسې ورنه کښې منگ ډوډي نه خورو زمونږ پته نه لگي هغه خو لړ- رو غوندي راووتم په سړک ولاړ وم-

ما هلته يو حاجي نه تپوس وکړو يو حاجي وه دوکان کښه ناسته وه مې حاجي صاحب وي ولي مئي دلته چرته غټ داسے يو خاص دوکان د څادرونو شتي - هسې



اوبن دے او هغې کښې دا ستاسو ده زيدي والا حبيب دي دعاگاني ټولي هغوي کوي - مونږ ورته څو راځو هغې ته نو هغې کښې گڼه وه نو ما چانه تپوس وکړو ما ئې څه دي ؟ هسې په ناشنائي کښې ولاړ وم په لاره کښې - وائي ! دا دلته غم دے - عبدالاعزيز خان کاکا نومې وه زېده کښې پخوا ډېر مشور سرے تېر شوه دے - او د ډاکټر کاکا دي ورسره سبق به وي - دے به هغوي کره وسېده - هغوي به د دا قسمه خلقو له چياني او ډوډگاني ورکولې - عبدالعزیز خان کاکا چې سبق به ئې وے کمزورے به وه شپي به ورکړه کولې - نو ډاکټر کاکا دې هغوي کره پاتے شوه وه - او مونږ تلي راغلي وو - عبدالعزیز خان کاکا مړ دے اوس زامن مامن نوسي به ئې وي - اواس زمانو خبره ده پخواني کنه - وائي هغې کښې څوک مړه دي لاړمه دعا مې وکړه هغه حجره کښې دغسې په ناشنائي کښې مې دعا وکړه - او رحمان الله زوے هم بيا راغے امير - هغه سره ملاو شوم مئي څنگه ئې - وائي ښه يو -

بس دعا مې وکړه راروان شومه چې راغلم دې غاړې ته چي مې وکتل دې بازار په منځ کښې دغه ځاي به پخوا د صاحب زر دي او ملک رستم دي ميرزان جنگول - زه هغې ته وردننه شوم ما ئې راشه دا ځاي به وگورو لکه پخوا ورته زه راغلي ومه - اس ورته بيا نه يم راغلي - چي وردننه شومه هاغه کوټې موټې پکښې وي او هغه ځاي وران ويجاړ وه- کنډر منډر ئې راپرېوتے وه هر څه شاړ پراته وو - د زېدي بازار په منځ کښې ډېرخکله قيمتي ځاي دے - هلته مې د يو سړي نه تپوس وکړو مائي بائي دا راته ووايه دا څه پروگرام دے ؟- ما وي دا ځاي چې دا داسې پروت دے - وائي دے خلقو هلته کښې کور جوړ کړو بائي پاس باندي - بس دا دهغوي کور وه - دا ئې زور کور وه وړوکه غندي- واړه واړه کورونه وو پخواني کنه دا زمونږه او ستاسو دوه دوه مړلې - بس هغې کښې يو ساعت ولاړ وم - مئي ته د کوم ځاي ئې ؟ هغه ويل زه د تورډهېر يم او زرگر يم او دلته مې دکان



## څادر

### ماجد خان يوسفزے



سحر چې مې مونځ وکړو او مې بيا چايي وڅښله نو بېکا مې دا اراده کړې وه چې څادر پسې به وځم او ښه څادر به اخلم - حجرې نه بې صلاح ووتم که غږ مې کولو نو يو دوه ملگري به راسره کېدل - تر سړکه مې په زړه کښې ډاکرل رېدل چې اخر څادر به چرته اخلي ؟-

هم دې سودا کښې گاډي ته وختم او د زېدي په طرف روان شوم - دې کښې مې خيال راغلو چې شاه بادر اکا نومې وه د پنج پير وه د دې دکان وه په زېده کښې دا مشهور سرے وه- ده نه به خلقو تر سېزن پورې قرض سودا راوړه - په هغې بازار روان شوم په زېده کښې زور بازار وه که دې خيال ئې - زېده کښې چې بنده ځي داسې روان وي ښخ کنه هلته کښې يوه گوټ پېره راشي په داسې يو بازار تله وه پخوا - چرته به تله ئې يا به نه ئې تله د ميانو چوک ورته وائي - آ گوټ پېر کښې د ځاي کښې پخوا ميان خرڅېدل دې ته ميانو چوک وائي ستاپ دے ښه پوره - وي کم زئي به کوزېږې هغه وي ميانو چوک کښې- د ميانو چوک ته چې لاړم نو په بازار ور روان شوم - نه هغه دکانونه وو او نه هغه بازار وه خوشے پراته وو - اوس خو خلق بهر ووتل کنه اډې مډې ته - څه منځ چې لاړم چې لاړم نو ايله يو کته يوه حجره ده



خو مئى هر يو پنځه شپږ څادرې ايښې وي - مئى دا نه چې ښه څادر به پكښې- هغه ما سره روان شو چې راشه څادرونو خواله دې بوزم - هغه دوكان ده هغې خپل وه ما وېل چې دا حاجي صاحب دوره مزل او ازان يې وكړو-او دا ولې هغه ماسره لړ- هغه دوكان ته ئې چې بوتلم هغه كوټې والا هلک وه ډېر ښكلې څادرونه وو خو چې ما ترينه تپوس وكړو څادر ما ئې د ښه څادر قيمت تاسره څه دے ؟ وئ درې زره - مئې بس مه راخه لارم درنه - بس راروان شوم بيا چې را ووتم نو په زېده كښې يو سړي كارډ راکړے وه - خو ما هغه دكاندار كتلے وه - خو ماته پته نه وه چې دا هغه دے هلته مونږ خو په دې بد مذهبو ليكلو نه پوهېږو- نو زه د توپۍ نه راوختم او صوابۍ ته راغلم - پرونۍ ورځ درته يادوم د پرونۍ ورځ وه زما ښه سوره لنډه ورځ ده - يولس بجې د دلته نه وتے ومه - صوابۍ ته چې لاړمه نو وخت لنډ وه - نو د مازيگر مونځ مې هلته لنک روډ كښې وكړو -

لړم هغه خواته ته مې وې مائ هلکه څادر - په پنج پير كښې څادر جوړېږي تاته پته ده- مائې د پنج پيري څادر به نه راخلې -اوېل كه هر يو راخلے خو مئى يو به سپين نه راخلې يو به اوډي نه راخلې يو به تور نه راخلې هغه ماته كتل غوږ كېږده - وائې داخو ماما تقريباً تور پكښې ډېر دي - نور پكښې ټول شو كنه - مائې څر داسې بادامي مادامي څر رنگ ښكلے رنگ چې وي راواخه او مئې ښه څادر راواخه - پنج پير والا كښې دا يو وائې په څوارلس زره دي او يو په اته زره دي- مائې مانه نه دومره ښه هم مه راخه - لكه دومره خو هم مه راخه - وئ داسې مئى پنځه زرو والا به مونږه څېر دے واخلو - پنځه زرو والا كښې تيز ټول سپين سپين وو -

دا د پنج پير خلق وو او پنج پير څادرونه وو او پنج پير كښې ئې جوړوي كنه كډې بانډې - خو لكه زما خوښ نه شو - ښكلي څادرونه دومره نه دي - او بس په نرو



څادرونو كښې بس دا څادرونه دي - دا ما په درې زره اخستے وه - دا څادرونه نه دي دا واړه ماړه سپك سپك دا څادرونه او بس د ماښام وخت شو -

د سوات څادر پكښې نه وو - هغه پكښې وه هغه نري مري دغه هغه په شپاړس سوه اتلس سوه- دغه او دا پكښې او لكه څادرونه ارزان دي -

دا كوټې نه دي دا كوټې يه په زر هم راكو - دا كويت والا څادر پيژنې ؟ دا خلقو نه ئې اچولې دي چې ځونډي وي ورته او توري پتې - عام رواج دے- گوره په زر روپۍ ئې راكو - ما ورته وې هلکه دا خو ډېر ښه دي آچې چانه تپوس كوي نو وي زما كوټ كښې ورور دے - او دا ي رالېږي دي-چې چانه تپوس كوې - رالېږي دي او دوكان كښې ئې خرڅوي - هلته به ئې ډېر ارزان اخستي وي نو- وي دا به هسې وائې لاهور والا نه به ئې اخستے وي - هسي به وائې سريه دا په دې بانډې وائې چې وائې خلي -چې صحيح دي- نو هغه بس يو دوه څادرونه پكښې وو نو ما وې دې نه اخلمه يو ځل مې وې-

خو بيامې وې چې دا دومره موده ته وگرځېدې ستا خو مئې څادر شتې څه بربنډ خو نه ئې - هسې مئې څادر اخلې نو- شغل د پاره مزې د پاره اخلي نومئې بيا دا څه له اخلې - انو بس راوختم، د ماښام بانگ ئې چې وې د انبار انټر چينج ته راغلم - او بس راغلم دې ځاے مې مونځ وكړو - دې زځائے چې مونځ ته ودرېدم كور ته لارم نه - انو بس كور والو چغې وهلې وئ راشئ باران دے وئې چلۍ پټوو - چې لارم ورته مې وې په تندر دې چلۍ لگي - زه مئې مونځ كومه - بس لاړمه چلۍ مې پتې كړې او د ماسخوتن بانگ ئې ووې - نو بيا جمات لاړمه او مونځ مې وكړو - بيا راغلم كور مې يو پيالۍ چاۍ وڅښله او - وئې تركارې مئې تركارې نه خورم مئى بس ماهلته مئى دال خورلے وه بس اوبه مې څښلي تگے هم گوره - ابو نڅښم گوره ژمي كښې - پرون تگے شوے ومه گوره - حجرې ته راغلم ما وې څه بيا به گورو كه مردان ته كه چرته مئى لاړو مردان كښې څادرونه يي - پېښور كښې هم نه وي پېښور كښې هم نشته ما كتلي دي پېښور نه هم - اوس نه لكه مخكښې زمانه كښې به چې مونږه څادر اخسته كنه نو دې چوك يادگار سره يو دوه درې



#### April - June 2017 Edition

دكانه وو - اوس خو هغه چوك يادگار بدل شو انو هغې كښې به وو - خولكه هغه زمانه كښې خو خېر هغه څادرونه بدل وواس خو بدل شو كنه -

هغې كښې به منځ كښې يوه گينده وه هغې څادر كښې - دوه تحې به وي هغه منځ كښې بئ گينده وه - هغه ډېر قيمتي څادرونه وو - هغه نشته اوس -

يو زمانه كښې هغه په 70 روپۍ به كېدو- هغې ته به ئې اويانو والا څادر وئيل - او بل پنځوسے وه دغه شان - پنځوسے څادر وه -

دا ئې پرې نومونه ايښې وو - اوس به هغه په ډېرو روپو كېږي - هغه خو چرته دي- پنځوسے او يو والا به لكه غټو خلقو پسر وه - لكه حكمتي كاكا چې وه داسې خلقو-

او اوس خو داغه پنج پير والا دي نو دې كښې خو تر اتلس زرو پورې شته - دوي دا خپله جوړي -

كډۍ به ئې ما ليدلي نه دي مئى چرته تلل غواړي چې دا څنگه جوړي - دا ئې جوړي ځكه ماته ئې ووې زما ورور جوړي - ما ورته ووې مئې هلکه دا په څوارلس زره روپۍ څادر مئى دا څادر ؟؟

يو به مئى رانه څوارلس زره روپۍ واخلې او يو به مئې دا پند هم گرځوم - مائې دا خوهم ډېره گرانه شوه -

وائې دا خو كاكا ستا د پاره ښه دے- مشرانو د پاره دروند څادر دے نو- لكه

سپړۍ د پاره ښه دے كنه -

اكا د فېشن د پاره وئې نو- فېشن د پاره خو اوس وي نري څادرونه دي په جيب كښې راځي او په شل زره هم پكښې شتې - نرۍ نرۍ دي د لوپټو په شان - د فېشن پاره كنو كه سوک دغه كني -

تاله خووئې دغه درون څادر پكار دے چې ځان نه دې تاو كړے وي - ساړه دے-

نو ما ورته وې نه زه هم څه دومره دغه نه يم - چې دومره ساړه زما كېږي لكه - خېر عمر ته مائ ټيک ده ستا خېره -

خو لكه دا مائې ډېر دروند دے - غټ دروندوه - او څه دې نو شړۍ پشان - خوښ مې په دي نه شو - شړۍ غونډې ستائل ئې وه- دا اوس دا څادر ستائل دے كنه - هغه ده سپړۍ پشان وه -

او نو بس مردان چه دے نومردان كښې څادرونه دي نو مردان ته مونږ چرته نه ځو - دا مردان زمونږ علاقه مردان ده مونږ يو د مردان ښه-

مردان ته به زم يو ورځ- ښه څادر به اخلم ځان له انشالله





وحید ملک دا خبره هم په ډاگه کړه چې فېډرل گورنمنټ چارنده کښې د ” لېډر وېلج“ جوړولو په لړ کښې کومې وعدې کړې وې هغه ئې پوره نه کړې شوې او اوس چارنده چپل ايسوسى اېشن د خېرپېښتونخوا د صوبائى حکومت نه غوښتنه کوي چې چارنده کښې لېډر وېلج دې قائم کړي - د چارنده چپل ايسوسى اېشن د صدر د وېنا ترمخه لېډر وېلج د پاره ۳۲ کناله زمکه ځانگړې کړې شوې ده او لېډر وېلج به په

۶۰۰ دوکانونو مشتمل

وي - دا به د فېز

ون ، فېز ټو او فېز

تهري په نومونو

درې فېزونه لري

او درېوارو فېزونو

کښې به دوه دوه

سوه دوکانونه وي

- د چارندوالو خپلو

کاروباريان او چارنده

چپل ايسوسى اېشن په

دې خبره يوه خله دي

چې که چارنده کښې د

” لېډر وېلج“ قيام يقينى

کړې شي نو دې سره به نه

يوازې د چارندوالو خپلو

کاروبار بلکې دې صنعت

سره د تړولو ”کاريگرانو“،

” هنر مندانو“، ” استاذانو“،

”مزدورانو“ او ”شاگردانو“ شمېر

به هم زيات شي کوم چې به د زرگونو

کورنيو د ”حلال رزق“ د وسيلو سبب

هم وي او بې روزگارى ختمولو مؤثره

وسيله به هم وي -



چې يو برطانوى شو ډيزائرن پال سمته- د چارسدې د دې روايتى خپلو نقل جوړولو سره دې ته د رابرت سينډلز په نوم پېژندگلو ورکړې ده او هره جوړه په دريو سوو پاؤنډونو خرڅوي- بلخوا نيوز لينز پاکستان ته د چارسدې چپل ايسوسى ايشن د هغه وخت صدر حاجى مقصود خبرو اترو کښې وئيلي وو چې ”حکومت ۲۰۰۳ء کښې د پېزار جوړولو د روزنې د پاره د تېرېډ ډويلپمنټ اتھارټى آف پاکستان، خزاني وزارت او چارسدې چپل ميکرز ايسوسى ايشن په اشتراک فټ ويئر ټريننگ انستى ټيوټ قائم کړې وه“ - دا وخت (د دې ليک په وخت) زېن الله د چارسدې چپل ايسوسى ايشن عمومى سېکټر منتخب کړې شوي دے او وحيد ملک صدر ټاکلې شوي دے - د زېن الله وېنا ده چې: ”دا وخت د حېدرآباد، کراچى، لاهور، فېصل آباد، سوات، گلگت، مانسهره، اېبټ آباد او نورو ځايونو نه د چارسدوالو خپلو ډېمانډز راځي او دغه مقاماتو کښې مختلفو دوکانونو ته چارسدوالې خپلې لېرلې شي“ - بلخوا د وحيد ملک وېنا ده چې: ”اېف ټى آى (فټ ويئر ټريننگ انستى ټيوټ) چارسدې کښې په مردان روډ د ناظم اعلى دفتر سره نژدې د کرايه په يوه بنگله کښې قائم دے - دې انستى ټيوټ کښې د کال ۲۰۱۶ء پورې بيلابيلو پراؤنو کښې گڼ شمېر طالبعلمانو(جينکى او هلکان) ته د چارسدوالو خپلو، بېگونو، سکول شوز، او پرسونو جوړولو تربيت ورکړې شوي دے - اېف ټى آى کښې ۱۰ اېمپلائز دي چې درې پکښې انستېرېکټرز دي( انستېرېکټرانو کښې دوه سړي او يوه ښځه ده )“ - د چارسدې چپل ايسوسى ايشن د صدر وحيد ملک خفگان ښکاره کولو سره دا هم ووتل چې: ”د کال ۲۰۱۱ء نه وروسته د اېف ټى آى فنډ مکمل بند دے - د کال ۲۰۱۱ء نه جنورى ۲۰۱۷ء پورې د اېف ټى آى ملازمانو ته تنخاگانې د لېډر وېلج د زمکې د ايجارې او د دغه زمکې د نارنجانو د خرڅون د پېسو نه ورکړې شوې خو ولې اوس د تېرو دوؤ مياشتو راسې د دغه اېمپلائز تنخاگانې بندې دي ځکه چې د اېف ټى آى په اکاونټ کښې رقم نېشته“ -

سره خواؤشا د ۱۰ زره کسانو روزگار تړلې دے - هر څو که دې خبرې سره اتفاق نه شي کېدے چې د چارسدې خپلې د پېښورو خپلو په توگه مشهورې دي ځکه د چارسدې خپلې د پاکستان په هره برخه کښې په ” چارسدوالې خپلې“ يادېږي او هم په چارسدوالو خپلو مشهورتيا لري - ولې تر کومه چې د چارسدوالو خپلو د مختلفو ډيزائرونو خبره ده نو دا په ځائې ده - چارسدوالې خپلې په بنيادى توگه دوه قسمونه لري چې يو ته پنجهدارې خپلې او بل ته بندې خپلې وئيلې شي - دغه پنجهدارې او بندې خپلې بيا په ټى شپ، کټ شپ، ډبل گېر، کپټن چپل، ماما ډيزائن، لفتى، کمسو والا، تيله دارې، غوتو والا، بوډي يکو والا، ټاکى دارې، راکټ پنجهدارې، پلن روگ والا، نرى روگ والا، نرى پونډې والا، غټې پونډې والا، بټ تلى والا، ولمې تلى والا، سنگل سول والا،

ډيزائرونو کښې جوړولے

شې - د تېرو څو

ځينې موچيان

بوټان او

- د خپلو

ها ئى

نو ر

-

په



کالو راسې چارسدې کښې

(د خپلو جوړوونکي)

نور پېزار هم جوړوي

پشمول ټول پېزار کښې

کرم، کاف، کټ پيس او

مټيرئل استعمالولے شي

دغه شان د چارسدې

غفور مارکيټ، شيردل

خان مارکيټ، عمر

مارکيټ، ظفر مارکيټ،

پراچه مارکيټ او

سرډهېرو مارکيټ

کښې چارسدوالې

خپلې جوړېږي، په دې

ټولو مارکيټونو کښې

په مجموعى توگه

۷۰۰ پورې د خپلو

دوکانونه دي -

د نيوز لينز

پاکستان په ذکر

شوې ستورى-

کښې دا هم

و ئيلي

شوي

و

و

YOON



یاد نانی اماں تے دادی اماں دی کہانڑیاں ہوندیا آیاں۔ چھٹی ولے دن سے ہک رات پہلے بچے لازمی نانی یا دادی کولو کہانڑی سنڑ دے ہوندے ائے۔ دلچسپ گل اے بھی اے کہ ہر نانی تے دادی دی کہانڑی ہک دوسرے سی مختلف ہوندی ائی برے اس دے وچ سچائی، بہادری، وطن نال محبت یا وڈے آن دی عزت دے حوالے نال کوئی نہ کوئی پیغام ضرور ہوندا ایا۔ وخت دے نال نال ہنڑ اے رجحان بھی تقریباً ختم ہو کے رہ گیا وے۔ معذرت دے نال برے اچ کل نانی اماں تے دادی اماں مختلف چینلاں تے لگنڑے ولے ڈرامے آن سی ای فارغ نی ہوندی آن کہ بچے آن نے کوئی کہانڑی سنڑا سکوں۔ نالے ہنڑ بچے بھی ذرا ماڈرن تے جدید ٹیکنالوجی سی لیس ہو گئے وون۔ والدین آپڑے کمپیوٹر، لپ ٹاپ، موبائل یا ٹیلیٹ تے ای مختلف کارٹونز یا کہانڑیاں ڈاؤن لوڈ کر کے بچے آن دے حوالے کر دیندے وون، اس گہل سے بے خبر کہ انٹرنیٹ تے دستیاب 99 فیصد بچے آن دا مواد، کہانڑیاں، نظماں یا دیگر تفریحی چیزاں ہمسایہ ملک دا تیار کردہ وے، اسی وسطے تسی نوٹ کرو تے اچ کل دے بچے ہندی زبان دے اکثر الفاظ بڑی تیزی نال نہ صرف سکھ دے پئے وون بلکہ روزمرہ دی زبان اچ استعمال بھی کردے پئے وون۔ اس صورتحال دے تدارک وسطے ساڈے کول یا تا کوئی حکمت عملی نینگی یا وت شاید اے صورتحال ساڈی ترجیحات اچ شامل ای نینگی۔ بچے آن دے ادب دی گہل کیتی جاوے تاہندکو زبان او بدقسمت زبان اے جس اچ بچے آن دا ادب سرے سی موجود ای نینگا۔ یعنی اندازہ کرو کہ ہزاراں سال پرانڑی زبان ہونڑے دے باوجود ہندکو دے وچ بچے آن دا ادب قطعاً ناپید اے۔ بوت عرصہ پہلے مشتاق شباب صیب دی ہک کتاب ”ہنگری کی لوک کہانیاں“ میرے ہتھ لگی ائی برے بچے آن دی اک کتاب اردو اچ ائی۔ اسی طرح خاطرغزنوی صیب، ماجد سرحدی صیب تے کجھ ہور بھی سینئر ادباء تے شعراء نے بچے آن دے ادب اچ طبع آزمائی کیتی اے برے ہک تا اے کوشش صرف نظم تک محدود اے تے دوسری گہل اے کہ اے تخلیقات اردو دے وچ وون ہندکو دے وچ کوئی بھی تحریر نہ نظم تے نہ ای نثر اچ دستیاب اے۔ منے اس حوالے سے کافی سارے سینئر ادباء نال رابطہ کیتا تے معلومات حاصل کرنے دی کوشش کیتی اے، اے بھی ممکن اے کہ کوئی ایسی تخلیق یا تحریر ساڈی نظر سے چھپی ہووے برے فی الحال تک دی معلومات اچ ہندکوزبان اچ بچے آن دے ادب دا کوئی سراغ نئیں لہہ دا۔ اے کجھ سال پہلے دی گہل اے، آرکائیوز لائبریری دے وچ ہندکو عالمی کانفرنس دی کوریج وسطے جانڑے دا موقع ملا، اتھے بوت سارے سینئر ہندکواناں نال ملاقات ہوئی تے کتاباں دے سٹال تے بوت سارے موضوعات تے کتاباں دیکھ کے دل بھی خوش ہویا، لیکن میں کافی دیر دی تلاش دے باوجود بچے آن وسطے لکھی کوئی کہانڑی، کوئی کتاب تلاش نہ کرسکا۔ جس تے منوں بڑا افسوس بھی ہویا، منے اتھے موجود معروف ماہر قلب ڈاکٹر عدنان گل صیب سی پوچھاتے انہاں دا جواب منے اچ بھی یاد اے۔ ”یار عمران! اے کم تا تیرا وے، بچے آن وسطے تو لکھنا ویں تو چاہیے دا ایا کہ تو ہندکو دے وچ بھی لکھدو۔“ ڈاکٹر صیب دی اے گہل ہونڑ بھی

کہ لوگ بچے آن نوں کھارو بار چھوڑ بھی دیندے ائے برے اچ کل دے ماحول نوں دیکھ کہ ویسے ای بچے آن نوں بار چھوڑدے دل ڈردا اے۔ بچپن دی ناقابل فراموش یاداں دے وچ سب سی خوبصورت یاد اگر کوئی اے تا او کتاباں دے نال دوستی اے۔ کہانڑیاں دی کتاباں، جیہڑی مختلف لائبریریاں تو کرائے تے لیا لیا کہ پڑھنے ہونے آیاں۔ ٹارزن، آنکلو بانگلو، چلوسک ملوسک، عمرو عیار، عنبر ناگ ماریا، عمران سیریز تے مختلف اخباراں دے وچ چھپنڑے ولے بچے آن صفحات جیہڑے اس وخت بڑی باقاعدگی دے دال چھپ دے ہوندے ائے۔ بچے آن دا ادب کیوں ضروری اے؟ اے ہک ایسا سوال کہ جس دا جواب صرف تے صرف اس شخص کول ہو سکدا اے جس نے بچے آن دے ادب نال تھوڑا بوت وخت بھی گزارا ہووے۔ بچے دا ذہن کسی موم آر ہوندا وے جس نوں جس پاسے موڑو مڑ جاندا وے۔ بچے دے اندر کسی بھی مثبت عادت نوں اجاگر کرنے وسطے کہانڑی سی بہترین کوئی شے ہو ہی نئیں سکدی۔ بچے آن دی ذہنی، فکری، دینی تے اخلاقی تربیت وسطے کہانڑی نوں اگر سرفہرست قرار دتا جاوے تا غلط نہ ہوسی۔ مثال دے طور پر تسی بچے نوں تین یا چار کرداراں تے مشتمل کوئی کہانڑی سنڑاؤ۔۔ او کدی بھی اس کہانڑی دے منفی کردار نوں آپڑے وسطے منتخب نہ کرسی۔ مثلاً تسی اس نے چور سپاہی دی کہانڑی سنڑاؤ او کدی بھی اے نہ کہہ سی کہ میں چور بنڑنا چاہناں واں او ہمیشہ مثبت کردار یعنی پولیس نوں ہی منتخب کر سی اس دی سادہ جٹی وجہ اے کہ بچپن سی ہی بچے دے اندر ہک مثبت پہلو موجود ہوندا اے جیہڑا منفی پہلو دے مقابلے اچ زیادہ مضبوط تے بچے دی شخصیت تے اثر انداز ہوندا اے۔ اے ہک بوت ای عام جٹی مثال اے، لیکن حقیقت اے وے کہ اس چھوٹی جٹی مثال اچ ای زندگی تے بچے دے مستقبل دا راز چھپا ہوندا وے۔ اسی طرح اکثر بچے ضدی ہوندے، کھانڑا کھانڑا ہووے یا کوئی بھی ہور کم۔۔۔ بچے آپڑی ضد منوا کے چھوڑ دے وون برے تسی اناں نوں کہانڑی دے ذریعے آرام تے آپڑی راہ تے لیا سکدے وو۔ بچپن دی ہک اور بڑی خوبصورت



## بچے آیاں دے ادب سی محروم۔۔۔ ہندکو زبان

عمران یوسف زئی



بچے دا نام سوچ دے ای پھولاں دا خیال ذہن اچ آندا اے، کیوں کہ اسی بچے آن نو پھولاں نال تشبیح دینے آن۔ یقینی طور پر انسانی زندگی دا سب سی خوبصورت تے سب سے زیادہ یادگار دورانیہ اگر کوئی کہلایا جا سکدا اے تا او بچپن ای اے۔ زندگی دے کسی بھی حصے وچ بچپن نوں یاد کردے ای ہونٹاں تک ہک مسکراہٹ تے آپڑے بچپن دی بے شمار یاداں ذہن دی سکرین دے اتے کسی فلم آر چلنڑے لگدیاوون۔ بچپن دیاں شرارتاں، لڑائی چگڑے، موج مستی تے پتا نئیں کیہڑی کیہڑی کہانڑیاں ذہن دے دروازے تک دستک دینڑا شروع کر دیندیاوون۔ اچ کل تا ٹیکنالوجی دا دور اے۔ بچے ٹی وی، کمپیوٹر، موبائل تے ٹیلیٹ سی ای فارغ نی ہوندے، اچ دے بچے آن کول جسمانی سرگرمیاں تے کھیڈ کود نہ ہونڑے دے برابر اے، تے زیادہ نئیں ہک وی (20) سال پچھے چلے جاؤ تہ بچے آن کول کھیڈ کود سی فرصت نی ہوندی ائی، اسی کھیڈ کود تے بچے آن نوں مار بھی پیندی ائی برے وت بھی بچے باز نئیں آندے اے۔ اکھیاں دے ہک ڈاکٹر دوست دا کیہنڑا وے کہ اسی ایڑے بچے آن دی بصارت خود تباہ پئے کرنے آن، سائون آئیڈیا تک نینگا کہ اے موبائل دی سکرین تے اس دی ریز بچے آن دی اکھیاں وسطے کس قدر خطرناک اے، طبی ماہرین کیہندے ون کے بچے کم سی کم تین فٹ دور سی ٹی وی دیکھون برے مجال اے کہ ساڈے بچے اس تے بھی عمل کردے ہوون، برے اس اچ قصور بچے آن دا کہٹ تے ساڈا زیادہ وے۔ کیوں کہ اس حقیقت سے اسی باخبر آن بچے نئیں۔ اسی اگر آپڑے بچپن دی یاد تازن کری این تا یقینی طور پر ساڈے کول بے تحاشہ ایسی خوبصورت یاداں تے گلاں ہوسون کہ جنہاں نوں نہ صرف بار بار یاد کرنے تے دل چاہندا اے بلکہ آپڑے بچے آن نال شیئر کرنے دی بھی خواہش ہوندی اے۔ سانے بچپن اچ بلورے بھی کھیڈے وون، گڈیاں بھی اڈیاں وون، گلی ڈنڈا، کرکٹ، چھپن چھپائی، تے پتا نئیں کیہڑے کیہڑے کھیڈ ائے کہ جس اچ ساڈا بچپن گزرا وے۔ او وخت بھی اچھا ایا



منوں کدی کدی دماغ اچ آ کر یاد دہانی کراندی اے کہ منے آپڑی ذمہ داری پوری کرنی اے، تے ان شاء اللہ منے اس تے کم شروع کیتا ہویا وے۔ ہندکو زبان اچ بچے آن دے ادب دی غیر موجودگی یقینی طور تے بچے آن دے ادب نال وابستہ ادیبیاں وسطے ہک لمحہ فکریہ بھی اے تے انہاں دی غیر ذمہ داری دا ثبوت بھی (جس اچ بلاشبہ میں خود آپڑے آپ نوں بھی شامل کرناواں ، کیوں کہ ہندکو ماں بولی وسطے میں بھی آپڑا کردار ادا کرنے وچ ناکام ریاں واں) - ہندکووان آپڑے بچے آن نال ہندکو دی بجائے دوسری زبانناں وچ کلام کردے وون، اس حقیقت سی قطع نظر اس تاریخی تے قدیم زبان اچ بچے آن دا ادب ہونڑا انتہائی ضروری اے۔ تے اس ماں بولی دے بولنے ولے دی حیثیت تے میں یقین دلان واں کہ ان شاء اللہ بوت جلد اس زبان اچ بچے آن دے ادب دی کمی نوں پورا کرنے وسطے میں آپڑے حصے دا کام سرانجام دے ساں۔





پئے۔

بگے دا پپو کجھ ڈینہاں باد ولدا مسافری تے لگا گیا۔

اوندا پپو پورے ڈڈھ سال تئیں گھر نہ ولا۔ اوں آپنے ٹہر دو چٹھی تے پیسے بھیجن بند کر ڈتا۔ وستی آلے اوندے بارے ونکو ونک دیاں گالھیں کریندے ہن۔ کجھ لوک آبدے ہن جواوون ڈوجھی جنج کر چھوڑی ہے۔ کجھ آبدے ہن جو او جیل وچ ڈکھا کھڑا ہے۔ کجھ آکھن اوندی تریمت خراب ہئی این کیتے اونکوون چھوڑ گیا ہے۔ بگے دی وڈی بھین دا منگیوا سانگے داراں اے آکھ کے تروڑ ڈتا جو جیرھی نینگر دے مایوون آپنے آپکو نئیں سنبھال سگدے او آپنی دھی کون کیویں سنبھلیسن۔

بگے دا وڈا بھرا جنگل کولہ کھرکے تے کا ٹھیاں آن کے وچیندا ہئی تے اوندی ما صغراں بُرقعے نال خانان دے گھراں اچ ونج کے کم کار کریندی ہئی۔ این طریقے نال اُنھاں دی گزراں تھیندی ہئی۔

فجر ویلے سکول ویندیاں ہوئے سارے ہال فرازی شیخ دی ہئی تے گڈھاں ٹانگری گھندے ہن لیکن بگے کولہ پیسے ننہ ہوندے۔ زُلفا تے حیدرا اونکوون کڈاں کڈاں خس ہک ٹانگری چکھیندے ہن چا تے کڈاں کڈاں گالھیں کڈھن لگ ویندے ہن۔

“لندھا، رسوا! آپنی شریئی نئیں گھن سگدا! آپنے پیسے آنے کرناں۔”

نکے ہال وڈے ظلم تان نئیں کر سگدے لیکن ڈھیر ہمدردی وی کہیں دے نال نئیں کریندے۔ نکے ہال Idealist اُکے نئیں ہوندے۔ او آپنی زندگی دے کو کون وچ بند ہوندن۔ نکے ہال نکے کنگریاں وانگوون ہوندن جیرھے کھاوون پیوون ویلے ہک ہئے نال لڑدے ہن تے باد وچ ہک ہئے دیاں گچیاں تے لتاں تے سر رکھ کے مزے نال سم پوندن تے نندر کرن دے باد ہک ہئے نال کھپڈن لگ پوندن۔ این کیتے دھرتی تے انصاف، برابری تے سلوک سبھا دیاں چنگیاں ریتیاں بناوون وچ ہالاں دا وبانگا نہ ہووون دے برابر ہے۔

ہر رُمے صغراں ہالاں نال ما دے گھر ڈینہہ بھن ویندی ہئی۔ ونجن کولہ پہلے ما بگے کون کُٹ کُٹ کے دھویندی ہئی۔ اوندیاں میلیاں پھٹیاں کھریاں تے چنچھیاں آلی پھری گھر وڑ گھر وڑ کے مریندی ہئی۔ اونکوون ٹاکیاں لگے ہوئے، کئی وہیاں وارکھاراں اچ ہڑکے تے سو ٹیاں نال دھاپے ہوئے کپڑے پویندی ہئی۔ اوندے لیکھاں تے دھکاں کولہ ہتے سر اچ کوڑے تیل دی تلی سٹیندی ہئی تے وندیاں چدھیاں وانگوون گول گول اکھیاں اچ سُر مے دیاں لمبیاں لمبیاں دھاراں کڈھ کے ا خیر اچ گلہ تے سرمچو نال کالا ٹکا لا ڈیندی ہئی۔

ہک ڈینہہ بگے صندوق اچ آپنے پپو دی نوپں پیلی بوچھنی ڈٹھی۔ اوں ما کون آکھا۔ “اماں میکوں این بوچھنی دا پٹکا بدھ ڈے۔” ماں بہوں ہٹکیندی رہی پر او نہ ہٹکیجا۔

“اماں میکوں بابے دی بوچھنی دا پٹکا بدھ ڈے۔” جہرلے ماوندا آکھا نہ منا تان

گُنگرا مَنا۔ ڈوجھے ڈینہہ زُلفے تے بگے دا ہک گُنگرے تے جھیڑا تھی پیا۔ زُلفا آبدی ہئی جو اے گُنگرا اوندی ہے تے بگا آبدی ہئی جو اوندی ہے۔ اخیر حیدرے اُنھاں دا فیصلہ مُکھایا۔ اوں اُنھاں کون صلاح ڈتی جو او آپنے آپنے گلہر کون کوئی پٹہ یا نشانی پواون چا۔ زُلفے آپنے گُنگرے کون آپنے ڈاڈے دی تُرٹی چلی دی ودھری پوائی تے بگے آپنی نیکی بھین دی پھلاں آلی سٹھن دا پانچا پاڑ کے آپنے گُنگرے دے گل گھت ڈتا۔

بگا سکول کولہ گھر آیا تاں اوندی پپو پنڈی کولہ آیا بیٹھا ہا۔ اوں بگے کون گھٹ کے گلکڑی پاتی تے اونکوون کھاوون کیتے جلیبیاں دے پچے ڈتے۔ اوندی پپو پنڈی اچ پلے داری کریندا ہا۔ او نوپں نکورچٹے کپڑے پاتی بیٹھا ہئی۔ اوندے گل اچ سونے دا ڈھولن ہووے تے اوں کولہ مولیاں آلے پھلیل دا ناساں پاڑ مُشک آندا پیا ہئی۔

“بابا ہتھاں تے میندی کیوں لئی ودا ہیں؟”

“میندی سوہنی لگدی ہے، این کیتے۔”

“بابا تیدے ہتھ گراڑے کیوں ہن؟ اماں دے ہتھ تان کولے ہن۔”

“بچا چنٹیاں دے ہتھ گراڑے ہوندن۔ تریمتیں دے ہتھ کولے ملوک ہوندن۔”

“میڈے ہتھ کیوں کولے ہن؟ میں ہاں تان چناں۔”

“توں ہالے نکا چناں ہیں۔ چڈاں توں وڈا چناں بنسیں تان تیدے ہتھ وی گراڑے تھی ویسن۔”

دیگر ویلے بگے کون پپو زُلفے دے پپو دی ہئی تے گھن گیا۔ ہئی اچ چاہ دی پتی دیاں رتیاں، پیلیاں پڑیاں لڑکیاں کھڑیاں ہن۔ چھت نال ترکڑی اڈی کھڑی ہووے۔ ہئی دی ہک چنڈ اچ جوار تے کُنک دیاں نکیاں نکیاں گوپھیاں لگیاں پیاں ہن۔ بگے دے پپو دا زُلفے دے پپو نال تھیت ہئی۔ او گڑ چاہ اوں کولہ گھندے ہن۔ بگے دے پپو آپنا پرانا ادھار لھایا۔

“میڈے پتر دے ہکے وبندیں؟” زُلفے دے پپو بگے کون خُتی تے ٹنگورا مارا۔

“ہاوبنداں۔” بگے اکڑکے جواب ڈتا۔

“میڈا پتر روزانہ سچا گھیو کھاندے۔ چا چا کے مریسی آ۔۔۔ رب کڈھ ڈیسی آ۔”

“میں کگو کھاندا ہونداں۔ میں وی اونکوون رِ گوڑیاں نہ ڈتیاں تان میڈا ناں وٹا ڈیویں!”

بگا تے زُلفا گُستی بھڑ گے۔ اُنھاں ہک ہئے کون چنگیاں خربازیاں ڈتیاں۔ اُنھاں دے پپو تماشاہ ڈیکھن لگ پئے۔ لحظے باد گُستی چیٹی اچ بدل گئی۔ ڈوہاں ہک ہئے کون چنگے گھسن، گکھاں تے لتاں ٹھوکیاں، منہ تے نہوندران پاتیاں تے ہک ہئے دے والاں کون چھکا۔ آخر اچ ڈوہاں دے مونہہ رتے تھی گے تے ڈوہیں رووون لگ

## ولدا ڈو آنی نہ منگساں (افسانہ)

### حبیب موہانا



بگا کچی اچ پڑھدا ہا۔ او ہوکی مارے، پالے کول لکا، آپنے سنگتی زُلفے نال سکول ویندا پیا ہا۔ اوڈوہیں مکھی روٹی دے چک مریندے ویندے ہن۔ رستے اچ اُنھاں کون حیدرا ملا۔

“وئے ڈبی گتی سو اتھئی پئی ہے۔” حیدرے آکھا۔

“کتھاں؟” زُلفے پُچھیا۔

“شادو آلے لگے گھر اچ۔ پورے پنج گُنگرے چئے ہنس

۔ ایڈے سوہنے ہن! اینویں سوہنیاں سوہنیاں ریتاں پوتھیاں بنیں۔” حیدرے پولا۔

“اساکوون ڈکھیندیں؟” بگے خواس مارا۔

“ڈکھیساں، جیکر تُساں میکوں مکھی روٹی ڈیوو چا تاں۔”

حیدرا چوپڑی روٹی دے چک مریندا، ترڈا، اگوں اگوں ٹردا نہاں کون شادو دے گھر گھن آیا۔ اے حویلی مدتاں دی سُنچ تے لگ پئی ہئی۔ گھر دا ہوبا کوٹنا ہئی۔ گلدی بھردی لمیں کندھ دے سوا یکیاں کندھاں ڈھ گیاں ہنس۔ ہکا کوٹھا جہرا بچاکھڑا ہا اوندی وی ہکو کھن ثابت ہئی۔ این کھن دے اولھے اچ گتی اندھے مُندھے گُراں نال سواہ اچ سُتی پئی ہئی۔

۔

ہال سکول آندے ویندے ڈہی دو ضرور پھیرا پیندے ہن۔ اُنھاں اروڑی کولہ پُرانیاں تھگڑیاں اکٹھیاں کیتیاں۔ باغاں کولہ خجیاں دیاں چھڑکاں تے غوشے آئے تے گُنگریاں کیتے چھپری بنائی۔ چھپری دے ہر پاسوں ریتیاں، پیلیاں پُرانیاں لویراں لڑکیاں پیاں ہن۔ ساریاں سنگتیاں آپنے آپنے گُنگرے مَنے۔ بگے وی ہک

اوس شر گھت گھدا، بھوئیں تے دگر گیا تے لتڑیاں مارن لگ گیا۔

“بیگی، بلاگے کون پٹکا بن ڈے۔۔۔ ہاں دا ساڑا!”

بیگی بھراکوں سڑے ہاں نال پٹکا بدھ ڈتا۔

نانی دے گھر ویندیاں ہویاں او ٹردے ٹردے پیر ڈکھ چھڑیندا ہا تے آپنے پٹکے آلے پچھاویں کون ڈیکھن کھڑ تھیندا ہا۔ پٹکے نال اونکوں آپنا آپ وڈا ڈسیندا پیا ہئی۔

نانی دے گھر بگا لیلیاں تے بھڈ وریاں نال کھپڈن لگ پیا۔ بیگی تے اوندے مامے دے دھی شینی ہک بئے کولھ سیون دے نمونے چاون لگ پئے۔ بگے دی نانی تے اوندی ما ہولے ہولے اوندے پیو دے گالھیں کریندیاں بن تے روندیاں بن۔ اوندی نانی چُنیاں چا چا کے اوندے پیو کون پلوتے ڈیندی ہئی۔ بگے دی سمجھ اچ نہی آندا جو نانی اوندے بابے کون پلوتے کیوں ڈیندی ہے۔

“نانی تون میڈے بابے کون مندے کیوں پندی ہیں؟”

“مندے نہ پُناں تاں پیا دُعویاں ڈیواں؟ اوں کم جو اینجھا کیتا ہے۔ تون وڈا ڈاڈا کیوں بنا ودا ہیں! تون اے پیو آلا پٹکا کیوں ٹھمکتی ودا ہیں؟ لہا این بھیرے بوجھن کون، نئیں تاں تیڈے اُتے وی پیو آلا پچھاواں پئے ویسی! ”نانی اوں کولھ پیو آلا بوجھن کھس کے پرے بھکا ڈتا۔

نانی بگے دی ما کون ہک سوا بکری ڈتی۔

“نانی بکری دا لیل میڈا ہووے؟” بگے لیلے کون گکی پاتی۔

‘ہا لیل تیڈا تے بکری تیڈی ما دی۔ ”نانی ولدی ڈتی۔

بگاڈھیر وخت آپنے لیلے نال بہہ کے گزریندا ہئی۔ او ماسی دے گھروں مٹھے ٹانڈے گھن آندا ہئی۔ ٹانڈے چھل چھل کے آپے کھاندا ہئی تے اُنھاں دا اُلاڑ تے پھوگ لیلے کون سٹیندا ہئی۔

صغراں جڈاں وی ما، بھین یا بھراواں دے گھر ویندی ہئی تاں او بیگی کون نال نیندی ہئی۔ پر ہک ڈینہہ او بیگی کون گھر چھوڑ کے بگے کون نال لا کے آپنے چھوٹے بھرا دے گھر گئی۔ نندھے مامے دے گھردے ویڑے اچ اُسوں دیاں گڈیاں دا ڈھگ سکدا پیا ہئی۔ بگے سمجھا جو تل بن۔ اوں اُسوں دیاں پنج چھیں پھلیاں تلی تے مروڑ کے وات دی گھائی اچ سٹ کے چتھن لگ پیا۔ اوندیاں تکھیاں ڈندھنیاں ہک چٹکی وچ اُسوں دا کوڑا تیل کڈھ ڈتا۔ اوندے وات کون بھاء لگ گئی۔ اوندیاں اکھیاں کول پنجوں وبون پئے گئے تے او بھجدا ما کولھ گیا۔ صغراں کوٹھے وچ ڈگر تے بیٹھی پئے بھرا دے پیراں تے چنی سٹی روندی بیٹھی ہوے۔

“لالہ بیگی کون جھل چا! تون اوندے سر تے چھاں کر چا!۔۔۔ ہائے مویاکیشی کھادی ہوئی چا؟ اُسوں کھادی؟” ما اونکوں کنڈھ اچ مکھ گھتی۔ “وڈا اُندھا ہیں

اُسوں کون وی لا نوی چھوڑا۔ وڈا ہبلا سا ہے این چھوہر کون!”

ما اپنی چُنی دے پلو نال بگے دے وات کولھ اُسوں دا ڈالا پونجھا۔ مامی اونکوں گڑ دی بھیلی ڈتی۔ او غچوں غچوں گڑ کھانندیاں ہویاں چُند وچ پئے ہوئے کُنک دے ڈھگ تے بہہ کے کھپڈن لگ پیا۔ او پان کون دانیاں نال بھریندا ہئی تے وٹیندا ہئی تے وت بھریندا تے ویٹیندا ہئی۔

“لالا، اللہ کولھ سوا اساڈا کوئی کوئی! تساں بیگی کون جھلو چا۔ او تْساڈی ہانی، نوکرائی بن کے راہسی!”

بگا ہکا بکاہئی جو بیگی کون کیا تھی گئے جو اوندی ما ولا ولا بیگی بیگی لئی بیٹھی ہے۔

“بھین بیگی اساڈی وی دھی ہے۔۔۔ پر۔۔۔ پر روشنا جو نئیں منیندا، میں کیہ کر سگداں؟”

صغراں ڈسکدی آپنے گھر دو ٹر پئی۔ سارے رستے بگے کون خُت خُت تھیندی رہی کہ بیگی کتھاں مر تاں نہ گئی ہوسی۔ گھر پہنچ کے دھر کدا او اپنی بھین کولھ گیا۔ او کوٹھے وچ وان واٹیندی بیٹھی ہئی۔ او بھین کون جوڑ جک ڈیکھ کے نہال تھیا تے اپنی خوشی دا اظہار پرنا لے تے بیٹھی ہوئی چڑی کون کھمبڑی دا غلولا مار کے کیتس۔

“اماں میکوں ستھن وچ ناڑا سٹ ڈے۔” بگے ما کون آکھا۔

“مٹھا! تون ہالے ناڑے چیدنا نئیں تھیا”

“حیدر اتے زُلفا وت کیوں ناڑا سٹینڈن؟”

“او تئیں کولھ وڈے ہن۔”

“میں کوئی وت وڈا ناں؟” اوں پیاں تے کھڑ کے انگریزی بھنی۔

“ناڑا تئیں کولھ اڑ ویسی۔ ناڑا تون نئیں سنبھال سگدا۔ چیرھیاں گنڈھیاں آ ویسنی آ۔”

“نئیں آندے۔ میکوں ناڑا سٹ ڈے، نئیں تاں میں مدرسے نہ ویساں۔”

“اچھا سٹ ڈیساں۔”

“ناڑا ہووے تے پھمناں آلا ہووے۔ سوہنے پھمناں آلا۔”

ہن بگا ستھن وچ پھمناں آلا ناڑا پیندا ہئی۔ زُلھے تے حیدرے دا ہاں سڑاون کیتے ہک ساوا پھمن چولے دی لاون کولھ کڈھی ودھا ہوندا ہئی۔ بھجدیاں جیرلے زرمنددا پھمن بگے دے گوڈیاں تے لگدا ہئی تاں اوں کون ڈاڈھی چس آندی ہئی۔

بگا چوپڑا ٹکر کھاندا سکول ویندا پیا ہئی۔

“کُتی سوا تھئی پئی ہے۔” حیدرے ہکل ماری۔

“کتھاں؟” بگے پُچھیا۔

“شادو آلے لگے گھر اچ”

“کتنے گنگرے ہنس؟”

“چھیں ’ تیڈے کولھ مکھی روٹی ہے؟”

“ہا۔”

“روٹی میکوں ڈے چا۔ میں تیکوں گنگرے ڈکھینداں۔”

اوں ڈینہہ ڈوپیں سکول نہ گے تے گنگریاں نال کھپڈدے رہے۔

پیشیں قصا ہوسی، صغراں ٹیٹک چھل چھل کے پاتری اچ رکھیندی بیٹھی ہئی۔

“اماں ڈوانی ڈے۔” بگا گھائی آلے ڈاندونگوں ما دے انوں اُنوں غرن لگا۔

“پیسے کونی میڈے کولھ۔”

پاوے نال بدھا لیل ٹیٹکاں دے چھلناں دو نلے ڈیندا کھڑا ہئی تے ککڑیاں ٹیٹکاں دے بیجاں دو اکھیں پوڑی کھڑیاں ہن۔

“ہلا! ڈو آنی ڈے۔ اچ پورے چار ڈینہ تھی گئے ہن، تئیں ٹکاوی نئیں ڈتا۔”

“اے شا لاکاتی بیٹھ آؤ! کیویں زنگریل کیتا ہنیں!” صغراں ککڑیاں دو کاتی اُلا ری۔

“لاوت فرازی شیخ کولھ اُدھار ٹانگری گھناں چا؟”

لیلے رسے کون ہتڑ ڈتی۔ رسہ تڑک کر کے ترٹا۔ لیلانپاں مریندا ٹیٹکاں دے سراند وتھی گیا۔

“او بیگی اُدھلی! اومریں شالا!۔۔۔ اپٹھی کاتی نال کوھجیں۔ پاکرا پھل! او ون، تیڈا پیو رسہ تَرڑا آیا ہے۔ سائیاں مویا!”

بیگی لیلے کون گھیل کے گھن گئی۔ بگے گل کول کھمبائی لھئی، پرنا لے تے بیٹھی چڑی تے ششت لایوس، کھمبائی دا گولائین دے زنگلے پرنا لے کون کھڑا کر کے لگا۔ چڑی بھر تھئی۔

“اماں ونے تیکوں ہاں! ڈو آنی ڈے، ڈاڈھی بکھ لگی ہے۔ ٹانگری گھنداں۔”

”تون ہئیں بکھ جودا۔ تیکوں اللہ رچاوے۔“

”اچ ڈے چا ولدا نہ منگساں۔“

ڈوں سہیڑ مُچھاں آلیاں ہوتھیاں چئی، ٹیٹکاں دے ڈب کھڑے چھلڑاں کون تَر تَر



ڈھیدے بیٹھے بن -

”وئے بیگی، ریشمی کون کھیر دو بھیجی؟“

”ریشمی کوئی ودی۔“

”کتے مرگئی اے؟“

”اچھا گڈوی بگے کون ڈے --ونج بگا ماسی دے گھروں کھیر گھن آ۔“

”پہلے توں ڈو آنی ڈے وت ویساں۔“

”ڈو آنی کتھوں کڈھاں؟ میں کوئی پیسے چھاپنُ آلا ٹھپہ چنی بیٹھی ہاں! تیڈا بابو ڈاڑھی مُنا، ہوبا میڈو بھجیدا کھڑا ہے؟ --بیگی چلے اچ گوہے دُکھن کیتے سٹ چا --دستی ونج ماسی دے گھروں کھیر گھن آ۔ نئیں تاں ورتیج ویسی۔ اٹھی کھڑ، ہاں دا دھک آ!“

ہک سیہڑ دل ڈھنگا تے ٹیٹکاں دے چھلڑاں دو گھبا گھدوس -بگے بیٹھے بیٹھے سیہڑ تے کھمبائی تائی -اوندی ما سیہڑ دو کاتی اُلا ری۔

”مری اونے! پہلے تساڈا نہر بھروں کہ آپنا؟ تساڈے تاں بکہ کولہ آنے نکھتے ودن -ہاں پہلے تساں لہکو چا!“ صغراں سیہڑاں دو کجھ چھلڑ بھکے۔

بگا جیرھا دیر کولہ سیہڑ تے کھمبائی تائی بیٹھا ہئی، گیٹا شٹک کیتس -اوندا نشانہ خطا تھی گیا -گیٹا پہلے تھال کون ٹھا لگا وت اوندی ما دے گوڈے تے لگا -صغراں گوڈے کون نپ کے بہہ گئی -

”بگا بندہ شالا کالی قبر اچ ونجے! شالا مُشکی نانگھ تے لت آوی -اکھیں کولہ تپ ہیں؟ اے شالا تیڈی سِراندی ہابواں، جوانی ترٹا!“

گھر دے اُتوں کانواں دی چیکدی پاکدی جھار لنگھی ویندی ہئی -

”کانواں دی جنج ہے۔“ بگا آلیاں بھوالیاں کھیڈن پئے گیا۔

”تیڈے پیو دی جنج اے -ونج پہلے پیو کون پرنا آ -ونج چخے تھی کھیر گھن آ ،چرک تھی گیا تاں کھیر مُک ویسی۔“

”بیگی گڈوی تاں ڈیوے۔“

”وئے بیگی کیری غور اچ وڑی پئی ہیں؟“

”اماں گڈوی دھوندی پئی ہاں۔“

”اماں ڈو آنی ڈے چا -رستے وچ فرازی شیخ کولہ تلونگڑیاں گھنساں چا، وات مٹھا کریساں چا۔“

”کوئی ڈو آنی، وے کوئی، ڈھڈ تے سُنڈیں! رچ دا سئیں نہ تھیویں! او ون بیگی پکری آ گئی اے این کون اڑا -دستی آ -سارے ٹیٹک کھاندی اے --چھکے، مری

آوی -آپنے کلے تے ونج نا۔“

”اماں پیسے ڈے۔“

”چخے تھی ونج-میڈا بھیجا نہ کھا -ونج کھیر گھن آ۔“

”اماں ڈو آنی ڈے وت ویساں نئیں تاں نہ ویندا۔“

صغراں اوکوں بھکاویں کاتی ماری -پتری دی کاتی بگے دے ڈھڈھ اچ لگی -اون گلی دو زور ڈتا-اون سوچا کہ جیکر ما دے ہتھیں آ گیا تاں ڈاڈھا خنجیسی -اوندی ما اوندے پچھوں بھیجی -ڈوں چار قدماں تئیں تاں کاتی اوندے ڈھڈھ اچ ٹمبی ریہی پر رت وچ لوڑی کاتی ڈھ گئی -بگے دے ڈھڈھ کول لو دی دھوتنی ہئی-بگا پھٹ تے ہتھ رکھ کے گلی اچ پہنچ گیا -رت ڈیکھ کے صغراں دا چیتا بھوون لگ پیا -او پتر کون نپن، برقعے متوں گلی اچ آ گئی-

”بگا کھڑ ونج -پترا کھڑ -“ بگا اگوں تے ما پچھوں--نہ بھیج -تیکوں نہ مریندی -گھر دو آ ونج” ڈویں چارا پٹی ویندے ہن۔

”پتر کھڑ ونج -تیکوں کجھ نہ آہدی -پیر ڈکھ چا -آ تیکوں ڈو آنی ڈیندی ہاں۔“ ما ہک چنے کون ہکل ماری“ ویرنُ ہلا این چھوہر کون نییں” پر چنے بگے کون نہ نپا -اون سمجھا کہ اے تریمت آپنے پتر کون مریسی این کیتے اوں بگے کون نسنُ ڈتا۔

صغراں پتر دے پچھوں دُھرکدی رہی پر بگا ہرنی دے ہک وانگوں ڈاکاں مریندا ما کولہ ڈنگ پڑنگ گلیاں اچ پھٹ گیا -صغراں کون ہتھاں پیراں دی پئے گئی -او بھجدی آپنی بھین تے بھراواں دے گھر گئی تے اُنھاں دے سامنے پئی“ بگے کون گولو -اوندی رت وھندی ویندی ہے!“

بگے دا ماما تے ہک مسات اوکوں گولن کیتے نکل پئے -بگا بھجے بھجے ہک واری پھٹ دو ڈٹھا -اوندا ہتھ رتو رت ہئی -اوندیاں نکیاں نکیاں انگلیاں کولہ رت دیاں پھینگاں ڈھاندیاں پیاں بن -اون ولا کے ہتھ پھٹ تے رکھ ڈتا۔

جیکر گھر دو گیا تاں ما کاتی نال کوپسیسی -میں کتھاں لُکاں؟ کتھاں ونچاں -زُلفا ،پیو دی ہٹی تے ہوسی -حیدرا ہالے تئیں مولوی صیب دا پائی بھریندا ودا ہوسی -میں کتھاں لُکساں -اون آپنے دل وچ آکھا -او شادو دے سُنجے گھر نالوں لنگھا -

او این لُگی میل وچ آ گیا-کتی آپنے گُہراں کون گل لئی گولی سُواہ اچ سُتی پئی ہئی -اون سِر چا کے بگے دو ڈٹھا -او سمجھی کہ بگا اوندو ٹکر گھن آئے ،پر بگے دے خالی ہتھ ڈیکھ کے سر کون ولا سواہ اچ رکھ چھوڑس۔

بگا ڈہی نال بہہ گیا -اون آپنے کپڑیاں دے پاسے ڈٹھا -اوندی لاون تے سُتھن رتو رت بن -ناڑے دا ساوا پھمن جیکوں او اکثر لاون کولہ کڈھی ودا ہوندا ہئی ،رت اچ پُس کے رتا تھی گیا ہا-لو اوندے گئیاں تے پیراں تئیں پہنچ گئی ہئی -اوندے

کھپے پیر دیاں ترائے انگلیاں دے نوں رت نال رنگیج کے اینویں لگدے ہن جیویں کیں اُنھاں تے سچی سچی نوں پالش لئی ہووے چا -اوندا چیتا بھوندا پیا ہئی -اوندے ڈھڈ اچ چچلا تھیندا پیا ہاجیویں ماسٹر صیب اوندی دُنی تے زبور نال چونڈھی پاتی پیا ہووے -

اوندیاں اکھیاں کولہ ہنجوں تے پھٹ کولہ خون واہندا پیاہئی -

ہک نکڑا گُنگرا جیں کون بگے منا ہئی تے جہرھا آپنے گل وچ پھلدارُ منگیا پانچا پاتی ودا ہئی ،بگے دی جھولی وچ آنُ بیٹھا۔

”بگے کون تاں نہوی ڈتا؟“ اوندا ماما ہر گلی وچ ہک چھوہر کولہ پُچھے پیا۔

بگا مامے دا الا سنُ کے لا ڈر گیا۔

ہنُ تاں ماماں وی میکوں مارنُ کیتے نکھتا ودا ہے - اوں دل اچ آکھا۔

بگے دیاں اکھیں دے سامنے بھنی کندھ تے ڈٹھی کالی چھت گردے پئے ہن -

”اماں میکوں نہ مار میں ولدا ڈو آنی نہ منگساں“ او آپنے آپ نال الیندا پیا ہئی -اوندی تتی رت گُوھیاں دی کولی سواہ وچ جزم تھیندی پئی ہئی -

ڈہی آپنی جھا کول اُٹھی -اون لمبی انگریڈی بھنی -ہک وچھا راہ بھل کے بھنے گھر وچ وڑ آیا -ہک گُنگرے اوندو نکڑی ڈری بھونک ماری -وچھے آپنی پُچھ دے ریشمی کالے پھمن کون نانگھ وانگوں اُچا کیتا تے گلی دوفرکدا تھیا۔

”اماں میں کھیر گھننُ ویندا -میں کون نہ مار!“

بگا جان کون نہ جھل سگا -او سُواہ دی ڈھگی تے رِھڑا گیا -رت اوندی چھاتی تئیں آ گئی۔ ہک چڑی بھنی چھت دی کالی کڑی تے چڑاں چڑوں، چڑاں چڑوں لئی بیٹھی ہئی -

”اماں میکوں نہ مار میں ولدا ڈو آنی نہ منگساں!“

گلی وچ اُٹھاں دی بھیر لنگھی ویندی ہئی -بگے کون اُٹھاں دیاں ڈنگیاں گچیاں تے او گل مریندے لمبے لمبے وات اینویں ڈسدے پئے ہن جیویں کوئی کوٹھے تے کھڑا ،اُٹھاں دیاں گچیاں تے بُوٹھیاں کون دھا گیاں نال لڑکئی پیا ہووے -

بگے دی ما، ماسی ،مامے تے سارے سکے پورے شاہر کون کچھ کے تھک گے ہن -

گُفتاں دی بانگ کولہ تھولا پہلے حیدرا اُنھاں کون شادو آلی سُنچی میل دے پاسے نیندا پیا ہئی -

اے بھوگ وی روگ دی رونق پن جیویں رات سہاگ سہاگ ہووے  
 ہر ہڈکی طبلے وانگ وجے ہر ڈسکی دے وچ راگ ہووے  
 تن زخمی چولا چاک لہو ہتھ شیشہ کجل مساک ہووے  
 اے طارق دھنولاراس رہے دل کھیر ہونون ڈکھ جاگ ہووے

## نظم

تیکوں ہال آکھاں؟

دل دھریں تان

نہ ڈریں تان

تک پووی تان

رُوح ہووی تان

لب چولیں تان

گجھ بولیں تان

پک گالھ آکھاں؟

تیکوں ہال آکھاں؟



سارے لوبھ و سا کے وی اپنی ہوند جگاؤن جوگی نئیں تھئی، سینگی کون نندر دی  
 کھیپ اچوں ہلاواڈیون آلا احمد خان طارق کتھائیں ول روہی دی ڈاچی کون ڈاؤن  
 اچ کتھائیں ڈیکھ سگدے۔

تیڈی روہی واقف آزل کنوں تیڈیاں مونجھاں جانوں نال و دین

کجھ تانگھاں بہال سنبہال کیتے کجھ تانگھاں تانوں نال و دین

میڈی روہی دے ساہ دارتسے اکھیں سانوں، سانوں نال و دین

سب طارق مال آزاد تھئے تیڈیاں ڈاچیاں ڈانوں نال و دین

عام طور تے شاعری اچ ورتے ونجن آلے او مہینے جیڑھے محبوب کون کا وڑ اچ  
 ڈتے ویندن مثلاً مونجھ، ڈکھ، بھوگ، درد وغیرہ، علامتی طور تے ورتی ونجن آلے  
 این رنج کون سئیں پورا پوری خوبصورتی نال گاندھے آتے میل دا وسیلہ بنائے۔  
 صوفی شاعر دا اے کمال ہوندے جو اور روایتی علامتاں، تشبیہاں آتے استعارے  
 Mystuism دی ایجھیں مہارت نال Positive طور تے ورتیندے جو بہانویں اے  
 جتنے وی کھورے آتے رکھے ہون اپنے لفظی پس منظر کنوں بالکل انجھ ڈسدن۔  
 مزاحمت آتے ملامت دا اظہار اے جھئیں ہک نوبکلی ہنر مندی بے جیڑھی کہیں  
 شاعر نال اوندی روز حیاتی دے تجربہ اے آتے جانکاری سانویں سوطرحاں نویں  
 ہوندی بے۔

تیڈے درد دی عمر دراز ہووے تیڈی مونجھ کون کجھ نہ تھیوے

تیڈی سیک دا سانوں وسدا رہ روح رَح پائی پیوے

تیڈی سوچ مساک دی سوچ ڈیوے تیڈی شوق میڈے کن سیوے

تیڈا درد بے طارق دشمن نئیں جے دشمن بے جگ جیوے

میڈے مر کھٹڑے یار صابر چشتی پکھیا ہا جیکر رُکھے لوظاں اچ گالھ کریجے تان  
 ڈوبڑہ ساڈے لٹیری تصوف دا عمومی میرٹ ہے۔ حیاتی نال اپنے فوری تعلق  
 اچ اے او سادا دکھالی اے جیڑھی گنج در گنج وسیب نال اوندے کلچر نال اپنی  
 شکل ورتیندی آندی اے۔ لوک نظم کنوں ولدا نویں نظم تئیں اے ڈوبڑا او وچلا  
 کھڈ کار بے جہیڑا چاہوے تان بیت در بیت، بند در بند کافی بن ویندے۔ چاہوے  
 تان ولدا نویں نظم ہے، ایندیاں مثالان پورے شعری کلاسک آتے نویں کلاس اچ بے  
 بہا پن۔

سئیں احمد خان طارق دا ڈوبڑا حیاتی دی پوری طاقت نال بھرواں بے تہوں تان  
 انہاں کون سرائیکی ڈوبڑے دا امام اکھیا ویندے، وڈی بحر اچ رعایت لفظی کنوں  
 پاک انہاں دے ڈوبڑے خارجی واردات کنوں داخلی واردات دے تلاوڑے اچ  
 زیادہ آندن۔

## بھٹنیالے دی وسوں

سرائیکی دے جینٹس شاعر سائیں احمد خان طارق  
 (مرکھٹڑے) لیکھے۔

مظہر علی تابش

ہک گریک تنقید نگار Legend پوراں بہوں سوہنی گالھ کیتی  
 ہئی جو Sublimity is the Echo of Great Soul.

بیشک بہانویں Legend دی گالھ کنوں بہانویں لکھ انکار  
 کریجے ول وی شاعری کیتے اپنی وسوں کون من اچ رادھن  
 بہوں ضروری ہے، اپنی بھوئیں دی وسوں نال مہان سندھ،  
 اوندے پیٹ، بہائی، بھٹنیالے، چھپکاں، کانے، کاہیں آتے  
 گندراں اچ کھیڈ دے ہوئے اوندے مال مہاگ دے مکن دا  
 خوف احمد خان طارق دی شاعری پڑھ کے ہمیشہ کیتے

مک ویندے۔ پڑھدے ہوئے ایویں محسوس تھیندے جیویں اے سارا ماحول  
 ساڈے آدر سانگے نال نال ٹردا پیا ہووے تہوں تان اپہو جھئیں شاعری کہیں پاک  
 صحیفے وانگوں امرتھی ویندی ہے آتے ایندی تلاوت کتھائیں ثواب دے زمرے  
 اچ گئی ویندی ہے۔ سئیں پوریں دی گوتم مزاج آلی نمائتا انہاں کون دھرتی دی  
 پوجا کر ن آلا شاعر بنائے۔ این بھوئیں پرستی انہاں کون باقی بمعصر شاعراں  
 وانگوں واضح طور تے مزاحمتی کنوں انجھ رکھے، سالہ در سالہ، جھوک در جھوک  
 رومانوی شاعری وی محض کاغدان دا ڈڈھ نئیں بہرا بلکہ شاعری دے پورے  
 Flow نال لہر در لہر اپنے قاری کون پورا محظوظ کیتے۔ سادے لفظاں اچ معنوی  
 گالھ وی فلسفے دی فصاحت و بلاغت کنوں پاک ہک نوبکلی Rithum نال کیتی  
 ہے۔ Counscious دی پوری مہارت نال اپنے روز ڈیہاڑے ویڑھے دے نروار

وانگوں چھیڑووکوں اے ڈوہ وی ڈیندن جو

میڈا طارق پیلے کیا رہ گئے ٹوری گئے گھا چاتی گئے

سئیں پوریں دی شاعری کون محض پیٹ دے گندراں، کانے آتے کاہیں دے اوڈھ  
 تئیں نیں بلکہ مال منی پار دی سک راہیں پیٹ کنوں روہی تئیں وی گھن ویندے۔  
 روی دی تس نال چلھے دی سین دی نمائتا، ڈاچی دے روپ اچ نشاہر ہے۔ جیڑھی



رکے اتے دیں تا دیں ترقی ما روان ہے - نو پاکستان ما اندر ایک قام کی حیثیت ہم حکومت تے یوں مانگا چی ماری ژیبو تہ دی ترقی چا دوں - نو مارو لنڈہ گجری ژیبوں کہ سکے خو لکھ نی سکدو اور پڑھاو نی کر سکدو - ویس وا جیو مارو ہم گھمن کو سوب ہے - نو سرکاری سکول ما مارا لنڈا تا ماری ژیب تعلیم چاہ دے کم چی ہر جنہ کی اپنی ژیبو ماشوم والیا کی بنیادی حق ہے -

قبائل یوسفزیہ مندن کابل تے کڈیاں نو وہ کانیوں مارا سر نو اگیو - ملک احمد چی پختونخوا کو مشر ہے اسے چہ مغل تی سوات چالیو نو وہ مارو جائیداد مارو دیس اُس شیخ ملی نے یوسفزیوں پہ تقسیم لر لیوں - سوات یوسفزیو کو ملکیت ہو گیو - اتے یو گجر قوم اپر ڈاکہ ما رے گیوں - نو قد چی ریاست سوات پاکستان ما شامل ویو نو گجر قام تا اپنو ملکیت قانون استعمال کرن کو اجازت مل گیو - یہ سوات ما اتے پاکستان کی شمالی علاقہ ما اپنو کاروبار کرے - اے اپنا چوکر

## سوات کو اصل وارث عاصم زیب



گجر لوگ سوات ما تقریباً زیر سمہ تے رے - کہ ژیب کی تاریخ دیکھ لے نو گجری ژیب ہوم اریائی ژیبوں کی شان ژیب ہے - اک طرف تا ماری نسل وخت اور حالات گھما چیو نو دوجی طرف تا وخت پہ وخت وراں قوموں نا لڑائیاں نی ماریاں - کہ دنیا کو تاریخ دیکھ لے نو واحد چہ گوجر اوکو قام ہے چہ قد ہوم کس پو حملو نی کیو - اس قام تے خوالیا تے ہر کسی فائدو لیو - یو قوم ہر کسی زور زیاتیاں پہ ذلیل کیو - نو زیرہ سمہ تے یوں سوات اج ہم گجری ژیب اور ہندو ما سواستو ہے - مارا باپ دادا کو دیس ہے - اک بلتہ سکندر کی فوج نے ہوم ذلیل کیا - نو چی قد محمود غزنوی مقدس دینو اسلام ریاست سوات انیوں نو ہم نے شریکی پو سارا قام نے قبول کیو - اس کی باوجود مارو دیس ماری جائیداد محمود غزنوی نے راجاگیر تی چال یو نو اس نا پکار تو چی مارا دیس ہم نہ واپس دی تو اوتو - نو اُس نے ماری جائیداد جنہ عربیاں فوجی انیاں تا اُن نا چادی تی - اج وے لوگ سیدا کہ شکل ما اُد بیٹھا ہے موجود ہے - ہوم نے بیو اپنی ہمت نی بیلائی - اتے ان سیدا نا ہم نے ڈھیرو گرا کیو - قد چہ مغل کی باچائی آئی تو اک پیری بھی سوات پو لڑائی اڑی - اس پیری چی سوات پو رد ڈھلی نو اک پیر بھی زرگونو پہ ماں رنڈی ہو گئی - نو ہم اس شانتی گوجر قام اپنڑا دیس ما مغل خیلو نے غلام کار لیا - نو یو سلسلو اٹھا ماں ہور ہم ظلم تے بری جاریو نو قد پختون





Pakistan foji lihaz ta bar ga mulk

پاکستان دنیا میں اہم مقام رکھتا ہے  
پاکستانوں دنیائی مائیکہ بار گان مقام

ہمارا	علاقہ	کوہستان
مون	علاقہ	کوہستان
Kohistan	alaqa	Mon

مون علاقہ کوہستان ضلع دیر مائیکہ اس علاقہ تال ، لاموتی ، کلکوٹی ، پہاڑ ، بریکوٹ تے  
پاٹراک شامل تہو - ایواکہ کوہستانی جیب جیبوں - اس مائیکہ بہت مشہور ہے - ایوکہ  
سورا دنیا ئی تہی خلق یان اوں - یاں اکسار بار شیدل ہو تہو - ای خلق زمینداری کراں -



نوٹ: یون میں کوہستانی کے اس مختصر تحریر کو شامل کرنا کوہستانی زبان اور اس کے  
لکھاری کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ اس زبان کے بولنے والوں کو ایک تحریک دینا ہے  
کہ وہ کوہستانی زبان میں اپنے فن پارے ارسال کر دیں تاکہ اس زبان کی ترقی و ترویج  
ہوسکے - (ادارہ)

آہ دہر آہ کک بار شیشک ہوئے سو ائیو کیر ہنکا تے پیر کا بچو سیز - تن او بار  
بیستو خو نہ لوٹ - آخرہ تن آہ باغ میکا آہ ڈونگر لپش تاسہ بار کم او آش - تن  
بار کوشش کیر خو نہ کیا او فاشہ - اخر تن سریک بٹیل ڈونگیرہ تالی - ای چالہ  
او راکہ اہ کوس نہ کاکا اہ فہ شیش دیتھ -

نتوجہ: ضرورت ایجاد دے یاتل

## Mon mulk

مون ملک  
ہمارا ملک

ہمارے ملک کا نام پاکستان ہے -  
مون اوطنیوں نام پاکستان ہے  
Mon awtneyo nam Pakistan hai

یہ چودا اگست ۱۹۴۷ کوم حاصل ہوا ہے  
ای چودا اگست ۱۹۴۷ مائیکہ حاصل ہوئے  
Ae choda agust 1947 maika hasil ho wey

پاکستان کا پہلا گونر جنرل قائد اعظم تھا  
پاکستان نو اول گونر جنرل قائد اعظم نو  
Pakistan noawal governor junlrol Quiadazamno

اس	کے	چار	صوبے	ہیں
اسان		چار		صوبہ
soba		chor		Asaan

پاکستان فوجی لحاظ سے ایک طاقت ور ملک ہے  
پاکستان فوجی لحاظ تا بار گاہ ملک

## شیشک کوگہال کاک

## THIRSTY CROW

SELECTED BY ISMAIL WASEEM

Aaah dair aah kak bar sheshak hoye soo  
ayoo keer hanka tay perka bachoosays  
. Tan ao bar baisto kho na lot . Akhera  
tan aah bagh maika aah dongeer laish  
tasa bar km ao ass . Tan bar koshish  
keer kho na kea o fash. Akher tan sureek  
sureek batail doneegera tali . E chala o raka ao koos no  
kaka ao fo sheesh daith .



NATOOJA : Zarorat ijad day yatil

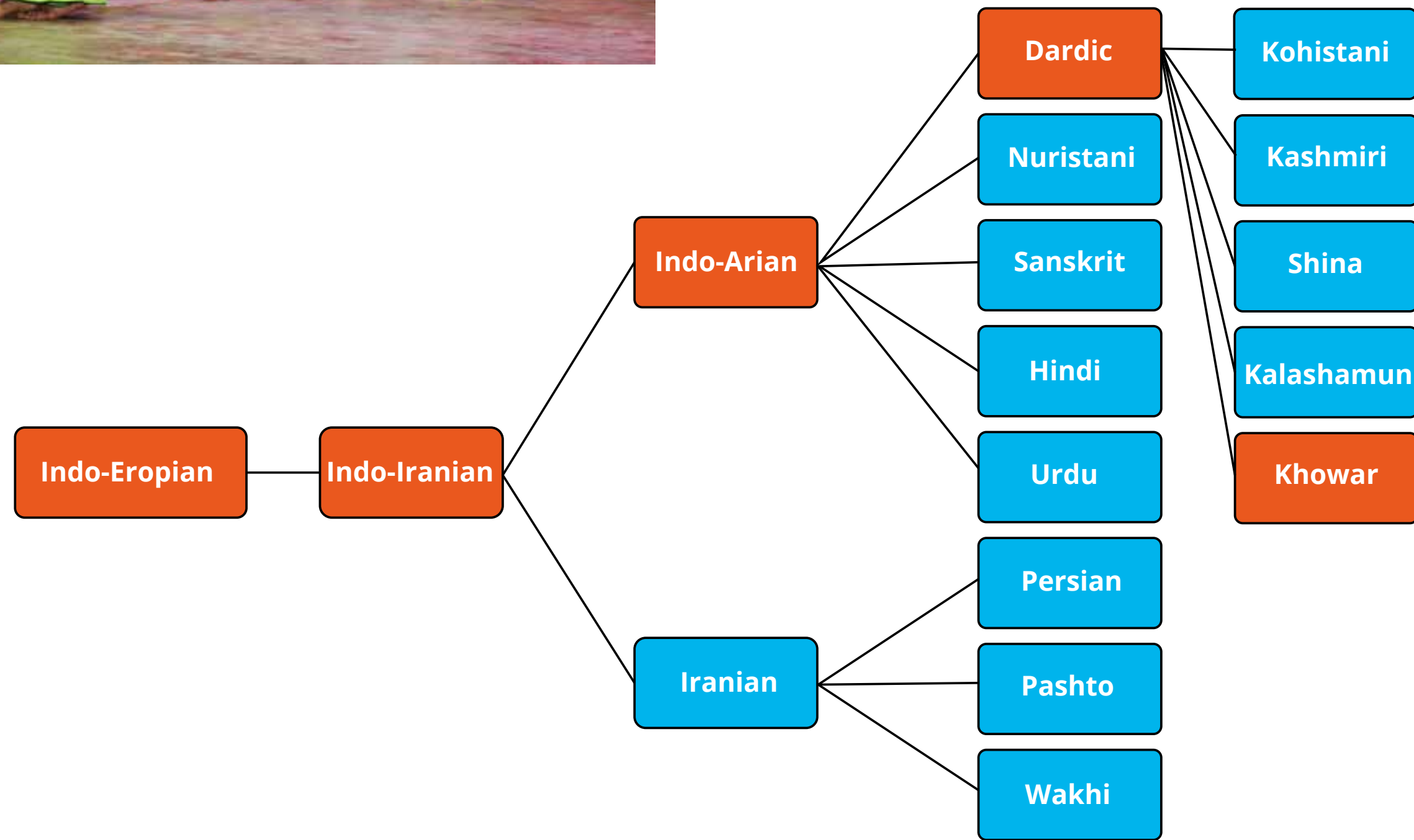






کھوارو بارا تحقیق کوراک ہیا لوو دونیان کی چھترارا ہال باک اویلو قوم ”کھو“ بیرائے۔  
 پے کھو قومو واروت ”کھوار“ رینو بویان۔ ”کھو“ لفظو ای مغنی ”غار“ بیرائے، ”وار“ چھتراریا  
 ”زبان“ و بچین استہمال بویان۔ ہیا حسابا کی لوژین بویان کھوار و چے کھوان ثقافت تروئے  
 ہزار سالار دی پرانو ساریان۔ ای دورا کھواروت قشقاری او چے کھواری دی رینو باواستائے  
 مگر ہانیسے پے نام پیخھونو بی شینی۔

ہیا لو حقیقت کی چھترارو اویلو قوم ”کھو“ قوم اسور۔ کی ہیس بو قدیمان چھترارا ہال بیٹی  
 اسور ہیتان سار پروشٹیوکیہ قوم چھترارا اسیکو بارا کورا نیکی۔ ہیا لو دی واضح کی ہیتان  
 سوم جوستہ خوردی قوم قبیلو روئے چھترارا ہال بویان۔ ہیت دی کھوارا لو دونیان مگر  
 ہیتان سفانتے ”کھو“ نو رینیان بلکہ جو خاص علاقو رویانتے ”اصل کھو“ رینو بویان۔ چھترارو  
 کیہ ژاغا کی پے قوم ہال بویان پے ژاغان نام دی پے ثبوتو دویان۔ مثلاً ”تورکھو“ وا ”موژکھو“  
 رے جو مشہور ژاغا شینی کی پے ژاغو ریانتے ”کھو“ رینو بویان وا ہیتان کھوار سَندو حیثیت  
 لاکھویان۔



ہیا مضمونو نیویشیکہ محمد نقیب اللہ راضی صابو و کتاب ”کھوار زبان و ادب“ وا محرک  
 ڈاٹ کامار مدد گانیتام۔

## کھوار چھترارو وار

ذوالفقار علی شاہ صفی



انسان کباوت دی دنیاری غیژی ای کانہ کاغ بیٹی ہل بیکو نو  
 بوئے۔ انسانو خور انسانو ضرورت خماخہ بوئے تان۔ انسانو  
 اندرینی بو خیالات، ارمان، خواہشات بونی تان کی ہسے ہتیتان  
 خور کوسوم بوژیکو یا کوس کارا تاریکو افس بہچور تان۔ جو  
 انسانان ایغو ناسا گیتی بو مودا پھک بیٹی ہل کی ہونی ہردی  
 براق پھت بیکو تاب بوئے۔ انسان تان پے جزباتن و چے احساساتن  
 کیہ نو کیہ وارو زریعہ خور انسانو سوم تاریر۔ وار کی نو ہوئے  
 انسانو زندگی شخیک بو مشکل یا درکھناریکو ہوسی۔ وار کیہ  
 دی ژاغو رویان بچین نہ صرف تان موژی لوا چوکیکو زریعہ بلکہ پے ژاغو پورا ثقافتو ای  
 ہارینو چقہ۔ وارو زریعہ تان تن ثقافتوزندہ بہچین بوئے وا گیاک نسلوت پیژیمین بوئے۔  
 ہیا مضمون چھترارو وار کھوارو مختصر تاریخو پڑغیچھی شیر۔

واران بارا تحقیق کوراک ہیا لوو دونیان کی موجودہ وختہ پورا دنیا چھوئے ہزار و چے نیوف  
 شورو چے نیوف (6909) وار شک بیرانی۔ ہیا لوو امریکو واران سوسائٹییا (Linguistic Society of America)  
 ای مضمونو شکلہ دیونو بیٹی شیر۔ واران ہیا تعدادو Summer Institute of Linguistics یا (SLI Institute)  
 نامی ای مشنری ادارہ جو ہزارو چے نیوفی (2009) اشماریرو بیرائے۔ ہمی واران موژار جوش چور (14) وار غیژی چھترارا لو  
 دیونو بویان۔ پے جوش چور واران موژی کھواراویلو وار حسابہ لو دیاکن تعداد شورو  
 موژار چور بیشیر جوش (90%) شک بیرائے۔ وا بہچیرو جوش فیصد رویان جوو وار کھوار  
 بیرائے۔ کھوار چھترارو اریلو وار شیر وا موجودا وختہ پونج لاکھار دی زیاد روئے کھوارا لو  
 دیاک بیرانی۔

وارو ماہران واران مختلف گروبا بوژی اسونی۔ وا پے گروہانتے (Language Family) نام  
 لاکھی اسونی۔ پے گروبان موژاری ای گروہ (Proto Indo European) شیر۔ کھوارو تعلق  
 ہیا گروہو سوم لینڈین شک بیرائے۔ وا ہیا گروہ واران سفان سار لوٹ گروہ بیرائے۔ دنیا  
 شورو موژار چھو بیشیر چھوئے (46%) نفار ہیا گروبا شیرو واران موژار لو دیاک بیرانی۔ ہیا  
 گروہو اندرینوای کما وا شخیک گروہ شینی۔ پے موژار ای شخیک گروہوت دریک (Dardic)  
 نما شیر۔ واران ماہران کھوارو پے گروبا لاکھونیان۔ مضمونو اخیرا پے نخشا کی لوژتامی  
 کھوارو پے تعلقو لوژیکو اسقانی کوئے۔





# SHARAKAT' NAWAWAM AC'HONLNK

The story of kalasha folklore

*Selected by Ishtiaq*



Sural'a zhe taraney bayautr asta . traney a ya dadas som paw dai aaw. Shurala o biriwal pai mas hatya wal'mo hawaw. Pan'j kaw hawaw, s'o kaw hawaaw, tahing khul ne hawaan khul ne hikk zhe se pai awawas aphucaw, O awa may tacing khul ne hin dai, may mumuret hatya parialak hiw dai ghon'l aaw. Awawas amaaw ki su'ut'ik no'ay dyai ba'l'o copamina te dyai wal 'pai aaw. Chakdik wel'a o kas'l kai ut'ikiman ogal'a aaw e moas kay amaaw ki, aya jagai taching ga'ng the shiaan. Ga'ng hawan e, moas kay amaaw ki , a ya jagai taching ga'ng hawan. Moas mai aw ki prus't moaso a tay hutum ghon'l l'a.

Sanhesh dur ta ban krim kia bhas haw uprai san'neshaw day jhaw thar bihot'a l'a histi ghon'l aaw e' gher awas tada hatya paraw, awas mai aaw ki uprai uprai jhaw thar bihot'ai kmon bhas haw ni ghon'l amaaw. Phato se uprai uprai tre bishi shen'nyak histi o , ek bus'birayak o histi aaw e, dramia tyai pishtyak sanhesheshay ataaw e ama mo ni ghon,l ne dai aaw . phato te tre bishi shen'nyak asta ghri Z'hagar kuy dai ni at'ingori basasi aaw. At'ingoriay o ni shara mishari basaaw saras diuna pis'l ishperi thai sras praw e, shara ita payan tham paraw se o ghu'n'l s'is'a mad'hoki dyai d'udi

asaaw. Copaming os us't,l jagai aaw e, pay badi aan se shara o rhato pai aaw. Takey o dazara'na,ila ni bon'jalay ni tyai o ghos't' karikas praw. Ghog pura kai phaw dyai o apaw praw. Kirik dyai srast ita phond band hawaw. Anora hawise ghon,l troaw, bhroaw pharistyagar amaw ki dazara'n'in ga'ak s'utik no'ay dye aghon'aaw. Dzara,n,n ga'ak s'ut,ik no'ay du mos au hawan.

Al'ukuna kai kirik athaw krirk d'a hawaw. Shato piman basun hawa. Basun hawaw e paysaw du gu'a'k aran, tre bishi shenyak saw du gu,aka ran. Te s'o bishi batyak hawan e, piek ne bhai o gheri atrow e . tasas hatya gheri awaz aaw ki, ey shural'a el'l bira'n o c'hir ga'ay dya dramia histi ghon'l amaaw.phato bira'n ta dramia histi ghon,t amaaw. Phato bira,n ta dramia ahistaw istre'n'a'k o batya gul'ay praw shen'hen kil'a'asras hawaw e pren'nay dadas she byas paron. Sonbay paion e dazara,nl,a thum dras,niw dai. May baya aw hula ghont a bayas khoshara hul'a. may putr aw hula gon'l dadas bo kxanhan thi paraon tara paron e pay zhe batya asta ghri shural,a tara aaw. Kimono kaw ais kimono kaw ne haw ne haw . Saw thi precesh, biramor Karin dai. Tasa o bira ne , shural,a gheri troil'a.

aasta biramor aris dya ghon,n amaaw. Tale o no,ho gost't,una saras chal'al sras diuna pis'l tayari hawan e, shara uchun'di puri hawan adhe shara o mari mocan dai, adhe share unhun'di puri hawan adhe shara o mari mocan dai, adhe shara o pai'lawjhal'una hatya aniaan. Btrika pal'aw jal'una zabita bus'bira lasek ghon'l ne marin dai. Daras gururay mo mari pharay ahiran. Te sshato shruki bira o ne ghri anday al'ay histin day. Maira tasa wa'l moc ais. Toa se wal moc ais .toa se wal'moc chuc may mul'awaa on'jas't'a jok shurk batyaik ne ghriin dai ghon'l prec'haw chal'al pa'w e, Rajhuk h chini

zhunagar dhen'ta bhuchum s'sati paron. Share biramor kai tasa putr upojaw tasa nom o sharekat athaaw.

Kharula'a shen ki se asta rhacikosa nawaw asim kharul'a o dura asta. Nyinyiara aya o nashi asta. Kharrul'a ayas ka'ga' mondr jhoniman asta. Shen' the shiaw ki, zinaroga c'hetruna no.hon kariman asta e ka'ga nisi bashi aaw. Se kharul'a ayas kia ki aaw se photo troiman us't,l aaw, us't'l mai aw ki, kia mamila ghon'l phuci aan e se abayo dai troiman pai aaw. Ghromuna ita mai aaw ki may putr nyinyiara asta bhoni anian ghon'l mai aaw. Phato kharul'a te saw the pai aan. Kharul'a te moc ala t'ekuna zhal'ai o te moc o pishtyak huti o ghzhi thi pai aaw . moc pay ghri tal.ai o te moc o pistaaw day t'ab ghari aaw . tasa mocas z'ikan shial'a te z'ikan ghri tasa mocas samata pis,t,una bat drazaia sida gromuna alia aw, tara ali deshas kai mai aaw ki aams moc o aliaam . may baya o te niaan ghon'l tasi kay mai aaw andai ew emai pay mari zhuk ghon'l aaw. Toa pura deshaas kai ho kum kai aaw desh ne maniaan ko ki bhihi aan. Toa se asta adhe wataan o goraghauna kai ista,n,un dyai aaw. Se talay pai pishtyak aliman asta . kharul'a moas zhatsy wawa asta. Toa bru'a'n Guzar bek a pay chini ni aan e , se tasa toa se kai may pay chii ni aan ghoni aaw . May kas pi bawar ne ghon'l aaw see. Kharul'a Guzar bek asta ghri pai aaw . A ya dai pai shawal bihoti tsatrumadesh pai te pay asta ghri ita aaw.





## IMPORTANCE OF A BUSINESS PLAN IN CREATIVE ENTREPRENEURSHIP.

*Abdul Latif*



Business plan is a smart document setting out the execution and course of business. It is a systemic approach towards a successful start and encompasses all the elements of a business including operation, supply chain, human resources, customers as well

as finances and production decisions. The School of Creative Startups has outlined some key aspects of a successful business plan. These aspects include knowledge about the product, market, industry, competitions, channels and core competences as well a pricing strategies. A comprehensive business plans involve many other plans such as Financial plan, human resources plan, operation plan, supply chain management, production plan, marketing plan and customer services. These plans are elaborated briefly in the following paras.

**Product:** It is important to understand what kind of product a potential entrepreneur is offering and how such product is different from the existing products in the market. A new

product based on a new idea is more the better subject to consumer's preferences and market demand. However an existing product can be innovated and freshly launched. An example in the creative sector includes innovation in crafts to match it with the market trends and consumer demand for example Peshawar Chappal varieties, traditional jewelry designs, fabric designs etc.

**Financial Plan:** One of the major plan is arrangement of finances for execution. Initially a new startup requires significant investment in the form of warehouse, shop, hut or investment in tools, raw material etc. sources of raising such finances includes personal sources or loans. Loans can be acquired from family, friends or financial institutions. Amount of initial investment depends on type of business. A technologically rich creative setup e.g. video/photography requires potentially large investment because of involving hi-tech equipment such as camera and computers compared

to a creative fabric designs. It is important to understand the opportunity cost between different sources of finance to effectively reach at an optimal decision.

**Operational Plan:** Operational plan includes the operation of a setup. It involves effective coordination between all stakeholders such as finance, human resources, tools/ equipment for successfully achieving goals and objectives. Such includes outlet plan, timings of business, administration, and operations.

**Supply Chain Management:** As the name indicates involves arranging for timely supplies of raw material as well as the front end management of delivering goods and services. Supply Chain plays a vital role for decisions like storage facilities, payment plans to suppliers as well as coordinated production decisions and delivery. Identification of sources and regions of raw material, which are cost and quality





effective, plays a vital role in selection of pricing strategies.

**Human Resource plan:** Human resources include required skills for successfully executing a startup. It includes the employees, their skills, experience level as well as qualification. Selection of right person for the right job starts here. However a fresh startup needs to be careful in selection of such skills because these skills have a significant impact on operating expenses like salaries etc.

**Marketing plan:** Marketing is creating awareness in the consumers about a product or service. This awareness plays a vital role in the purchasing decisions of consumers. Therefore it is important to develop a dedicated market plan including selection of mediums of marketing as well as content of such adverts. Marketing plan includes selection of market sector, and identification of target audience (customers)

**Customer services:** A successful customer service ensures consumer's return for more and recommends products to others. Not only increases sales, but also provides opportunities for product modification and innovation depending on consumer feedback.

A comprehensive business plan significantly increases chances of successful startup as well as testing provides insight whether to initiate a startup or not. Startups – entrepreneurs – does require a course of action to be followed in an orderly basis and development of an inclusive business plan makes a huge difference. For this purpose Creative Economy and Cultural Industries Unit is operating in Directorate of Culture. This unit is responsible in providing support for developing business plans, solutions and valuable

suggestions to creative and cultural industries of KP.



## THE THEFT OF MY PURSE

*Prof Dawar Khan Dawood*



Even today after the elapse of of so many years I ponder over it perpetually whether it was the fact of the magician too or the art or act of some pick pocket. The more I concentrate to access to the real fact, the more I am puzzled and perplexed. Anyhow this remains an unforgettable event and astonishing moment for the whole of my life.

It was Friday. The weather was ideal. I therefore, intended to pay a visit to Peshawar city from my village lying at a distance of about three kilometers in the suburb of the city not only to enjoy and refresh myself, but to retain the piety of the day by saying Jumma prayer in the historical mosque “Masjid e Mahabat Khan” a beautiful specimen of the Mughal art of engineering and architecture and to do shopping there. The folk of the surrounding villages usually thronged there on the same day to buy essential commodities of their daily use and to stay there till they had performed their jumma prayer. I and they had a common aim of visiting the city, a trade center as the rural areas were more backward than the urban ones. It was our routine activity on every weekend while leaving home my parents advised me to beware of pick pocketers. In these days I was eighteen years old.

In the bygone days “Chowk Yaadgar” was an historical place of Peshawar city. The leaders of different political parties used to address there to the public gathering to highlight their party programs contained in their manifesto.

The famous historical bazar Qissa Khwani” was situated there famous for the “storytellers” who used to tell fascinated and enchanting stories to the simple and straightforward villagers in reward of some money.

“Ander Sheher Bazaar” is also situated nearby famous for the goldsmith shops where the jewelry of different kinds are being displayed in the showcase of the shops of the dealers. The green and black tea shops were in abundance in the city where the exhausted villages relaxed by taking sips of tea and chatting to the fellows-villagers. Peshawar is rich in cultural values and hues. “Bazar e Misgran” is famous for the bran made articles, utensils and decoration pieces. The dealers and workers exhibit these attractive articles in their showcases to attract the passersby.

In the said chowkyadgaar there were the gatherings of various professionals like a snake-charmer, home-made or herbal medicine dealers, jugglers, etc. These were the cheapest means enjoyment for the people in their leiser.

Since the means of enjoyment were rare in these days, the villagers thronged to Peshawar city to enjoy and join the various gatherings of the professionals. Since Jumma is a pious day, therefore, the villagers enjoyed it as an off-day.

I preferred to join the gathering of a juggler. In my school days I used to enjoy the feasts of the magician too. I sat in the forefront to witness the show closely and minutely. In those

days it was a means of enjoyment provided to the students by the school authorities included in their co-curricular activities.

The juggler was a middle aged and middle sized person. He seemed to be clever and cunning to the extreme. He was dressed in simple white clothes, active and smart to the full. His voice was commanding and authoritative. He knew the art of absorbing the attention of the mob on the fall. He had a specific rod in his hand as a specimen of his art which he revolved off and on during the performance of his feats. There was a crowd of spectators, encircled the magician where as he continued to display his different feats one after the other. The onlookers were fully absorbed in his tricks with the quick movements of his hand. The list of his finesse was a long hunt as a whole they were enchanting, astonishing and absorbing.

The juggler has one of his assistants, who was named as “Jamhoori”. The assistant moved here and among the mob of the onlookers during the display of the enchanting art without any obvious purpose.

Moreover, the juggler has worded same enchanting slogans fit for the occasion, meaning to enchant. The onlookers, All of a sudden he announced.



“Beware of your pockets so that I might not be blamed if some pick-poketers showed his art too” when I searched my pocket I was the only unfortunate fellows who was deprived of his purse, but I kept quite without letting anybody know and left the place with full bewilderment. At that very moment the juggler announced the end of his show, there was a shower of coins (money) on him in appreciation of his show. Thereby I saw a police constable who was on duty there. He greeted me heartily. I didn't recognize him at that very moment as he was dressed in his official uniform. He was not only my class fellow, but my deep friend too. When he concluded his schooling, he was appointed in the police department as a constable. When he saw the imprints of anxiety and misery on my face, he asked me about it. Thereby I narrated the whole story from the beginning to the end. He asked me to wait here till his return and proceeded towards the juggler with quick, speedy and awesome steps.

The juggler after having packed up his magic instruments and tools and collected the money, the policeman approached him. When the conjurer saw him he was confused. After some deliberation the magician handed over him something. After

taking it, the policeman approached me and I was astonished and my joy knew no bounds when he handed over me my own purse containing the same amount of money.



## SHAITAANGOOT LAKE

*Aftab Ahmad*



Aftab Ahmad takes us to the bewitching, aptly-named Shaitangoot lake

Mountains, rivers, lakes and woods have always frightened or charmed man. In retaliation, man has woven a great deal of myths around them. Whether it is the

Himalaya, Alps, Karakorum or Hindu Kush peaks or the rivers that flow from the glaciers up there, they have influenced the worldview of human beings. We have developed a number of legends and myths associated with their charm. Every fascinating peak has stories related to its height, fright or charm; and the same is true for every lake.

The northern indigenous communities of Pakistan tell many ancient folk stories which tell of fairies, demons, fairy kings, demon kings or jinn having their kingdoms in their mountainous homeland. One such area is Kohistan, in Swat.

Here we have abundant natural beauty with idyllic pastures, peaks, streams and gorges. Many of the famous lakes of the area are now well known to nature lovers and trekkers, thanks to photo travelogues and social media. The famous lakes here are: Kandol lake, Mahudand lake, Bishigram lake, Daral lake, Saidgai lake and Gader lake. One lake that is not known much to outsiders is the Shaitangoot Lake i.e. the

Devil's Corner Lake, where I made a short sojourn this August.

Imagine the time when hill stations such as Bahrain, Kalam, Madyan and others used to be pastures – a century ago. Now because of human habitation, population growth and accessibility, these places have virtually become towns. I think it is fortunate that a majority of domestic Pakistani tourists still cherish visiting these places as they might still be pastures for these dwellers of heated, polluted and populated cities, but for us locals these lovely places gradually lose their natural luster. To avoid the hustle and bustle of tourists in these areas, we locals often make our way to highlands and mountains. Thus I tried to avoid the influx of tourists during the Independence Day holidays in August and set out on my climb in the valley of my native village, Kedam, near Bahrain in Swat.

Usually, lovers of adventure flock to visit such beautiful places.



Trekking and camping is becoming a massive new trend of tourism in the valley. In the past only the herders would go to the highland pastures to take their cattle and sheep for grazing. Or perhaps, a small number of local people would visit these highland pastures and glacial lakes occasionally.

Kedam valley is at a distance of 72 km from the main town of Swat, Mingora. The Kedam valley offers the sight of a beautiful landscape, alpine forests, highland pastures and several lakes and glaciers. We started our trek early in the morning from Kedam in a valley marked by alpine trees, pastures and peaks. The valley is narrow at the start, and heavily forested. As the forest zone ends, the valley widens and the lower pastures come into sight.

In eight hours of trekking we reach Tarkana, a beautiful pasture in the valley. It is evening and the animals are fed beyond 'full'. The livestock appears jubilant, away from the



noise of the villages. It seems that they never want to go back from this place. Our host offered us traditional food which consists of pure and fresh ghee, yogurt, cheese, butter and saag with maize bread. This is probably the best dinner I have had in my life.

The next day we set out for Sarpanaqaal Lake i.e. Head Meadow Lake. Sarpanaqaallake is an elongated amoeba-shaped body of water, surrounded by beautiful green pasture and snowcapped mountains. The place fascinates one of my friends so much that he wished to lie here for the rest of his life and be a hermit. It is situated at an altitude of 11,500 feet above sea level. This lake gives a soothing feeling to the eyes and mind. It is fed by the glacial water of the surrounding glaciers. The water is cold and crystal clear. There are many myths about this lake. The local herders say that there is a large golden bowl in the center of lake that can only be seen by the most pious men. On every 14th of each lunar month,

when the moon is full, the bowl rises to the surface of the lake for an hour and then vanishes.

We spend our night along the bank of this beautiful lake. We are kept company only by the blue water of the lake and the stars above us.

The next day is fresh and clear. We start our trek towards Shaitangoot Lake – The Devil’s Corner Lake. Shaitangoot Lake is the most beautiful and enchanting lake in the whole valley. The trek towards Shaitangoot is very steep and difficult. The distance from Sarpanaqaal to Shaitangoot is not much but due to the steep climb, the pace of the trek is very slow. On the way to Shaitangoot one can see various beautiful wild flowers and different kinds of wild berries and other herbs, some of which are poisonous. So one must be careful in eating them, lest they ingest the wrong ones.

After a hectic trek of five hours we see our first glimpse of

Shaitangoot. The very first look of Shaitangoot Lake takes all the fatigue and tiredness from us and refreshed us mentally and physically. Shaitangoot Lake is situated at an altitude of 13,500 feet above sea level and is probably the highest among all the so-far discovered lakes in Swat. It is also a gateway to other lakes and mountain passes. Towards its west is the famous Kundol lake, towards its north are Spin Khwar Lake and Godar Lake and towards its south is situated the unexplored lake of Kandora, which is famous for its black water. We explore every corner of this beautiful glacial lake and spend time there till evening. The scene is immensely enchanting. There is no sound except the bursting of the smaller glaciers hidden in the cold mist surrounding the peaks.

Perhaps it is the enchanting beauty of the lake that got it its name: the Devil’s Corner!



## DISASTER RISK MANAGEMENT AND CULTURAL HERITAGE SITES

*Adil Khiljee*



Disaster Management as an emerging field of sciences, has gained significant importance in Pakistan from the past two decades. Disasters has two main categories based on their origins. They can be broadly divided into Natural

Disasters and Anthropogenic or Human made disasters. Sometimes a primary disaster may lead to a secondary disaster (like Floods may lead to epidemics or Earthquake may cause landslide). Generally, disasters are spread all over the world due to their specific nature and existence of risk factors in the country's perspective. Almost every country has some degree of vulnerability towards each disaster. Since there are different nature of disasters and each one requires unique measures to counter their negative impacts. Sometimes a disaster (e.g. Earth quake) cannot be stopped from happening but the losses can be reduced by adopting preventive and mitigation measures. This has proven more significant in many cases. There has been a paradigm shift towards adopting preemptive strategy rather a responsive one. This would simply mean

that the cost of preventive measures is far less than the cost of reconstructions and recovery. In case of floods, Landslides (Hilly areas) however, can be predicted in time and provide much greater time for activating the institutions to organize them and get them ready to meet the unwanted situations. Rapid economic growth, Human activities and Increased Population pressure sometimes are one of the causes behind the phenomenon of Disaster. Pakistan, due to its geographical importance, has remained the victim of many disasters. The most important of them were the Earthquake (2008) and 2010 Floods, which has caused serious disruptions and losses (Human, Economic).

The impacts of disasters depend mainly on their severity, which means a high level disaster will have more impact and vice

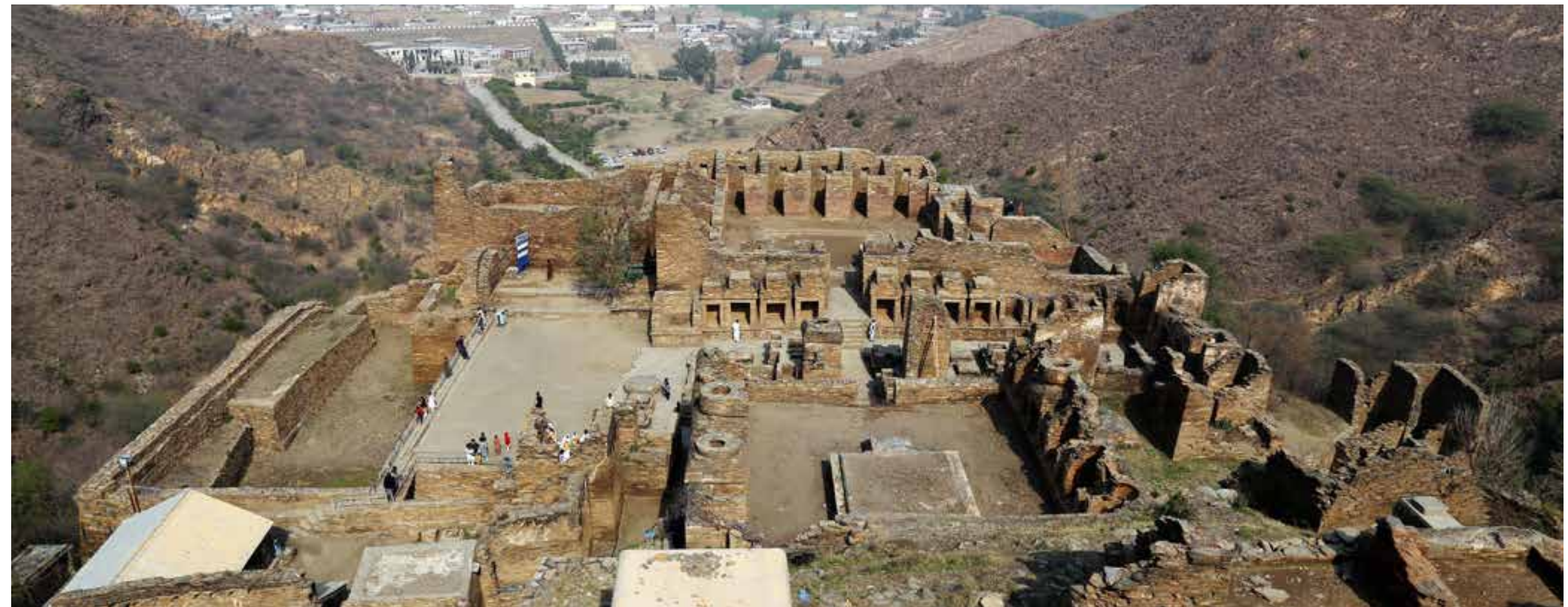
versa. These impacts can be seen in the form of agricultural loss, infrastructural losses, communications loss, health issues and in the form of non-recoverable human losses. Among these losses, Cultural Heritage Sites including museums are equally vulnerable to disasters (Fires, Earthquake etc.). These Heritage sites are generally overlooked and disregarded from the disaster management perspective. Of course these are very important for the fact that they cannot be simply moved to a safer location. The Cultural heritages are important to preserve as they are the national and community pride and provide social cohesion. These heritage sites have been built and erected years back which are now weaker and vulnerable. The cultural buildings have not been incorporated with the modern techniques of building codes or other preventive measures as these are the new terminologies of today's world. Cultural heritage sites have traditional knowledge





system embodied in physical planning and construction. These are the assets that link our past history and provides us our identity. Cultural Heritage site's conservation and preservation is focused mainly by United Nations Educational Scientific and Cultural Organization (UNESCO Heritage Division)& also expressed by Venice Charter 1964. Other international partners include International Council on Monuments and Sites (ICOMOS), World Conservation Union (IUCN), International Centre for the Study of the Preservation and Restoration of Cultural Property (ICCROM), International Council of Museums(ICOM)and International Decade for Natural Disasters Reduction (IDNDR) etc. There is a history of disasters affecting cultural heritage sites like over the last few years, natural and human induced disasters have caused enormous losses to world heritage properties. Examples include Bam (Islamic Republic of Iran) due to earthquake

in 2003; Prambanan Temple Compounds (Indonesia) due to earthquake in 2006; The old Town of Edinbuigh (United Kingdom) due to fire in 2002; BamiyanBuddhas (Afghanistan). These examples provide significant importance to drive the attention of Government, Disaster Management Professionals and Archeologists, Historians, Engineers and Cultural Experts ecto work in coordinated manner to formulate guidelines, identify at risk heritages, provide necessary mitigation measures and possible intervention (where possible) in the long term preservation, restoration and conservation of cultural heritages. Pakistan has vast cultural heritages sites which need the utmost attention to conserve, restore and preserve the assets prior to the occurrence of disasters because cultural heritage properties once lost cannot be recovered in its original structure and shape.



## URBANIZATION & INDIGENOUS CULTURE (A DILEMMA)

*Imran Khan Mohmand*



While the bulk of native peoples all over the world still live in rural areas, they are gradually shifting to urban areas, both voluntarily (Pull Factors) and involuntarily (Push Factors). This is because of global urbanization, that most of the world's population will soon live in cities. Factors that contribute to migration from rural to urban areas include poverty, natural and human induced disasters, lack of employment opportunities, and the availability of better opportunities in cities.

Urbanization is a process of migration from rural agricultural based economy (Villages) to industrial service based economy (Cities). The majority of people in Pakistan live in the countryside, with only one-third of the country's inhabitants currently are in cities. But things are changing swiftly. It is estimated that by 2050 district Peshawar will have no agricultural land. Pakistan is urbanizing at an annual rate of three percent – the fastest pace in South Asia. The United Nations Population Division estimates that, by 2025, nearly half the country's population will live in urban areas. Although

urbanization provides basic life facilities at first hand but on the other hand it has posed a threat to quality of life, hygiene, transportation and has overburdened the services provided in the cities. Among all these threats indigenous culture is also at stake.

Push factors from the rural communities like violence, lack of basic life facilities i.e. health, education, services etc. force the rural community to migrate to urban areas. While pull factors of urban communities attract the masses from rural communities as it has better life facilities such as education, health, employment opportunities etc. because of this mass shifting people abandon their cultural values behind and luxuriate in the stimulations that urban life offers them.

Although, rural population enjoys fresh air, clean water, less noise pollution, strong social bonds and areas mostly have scattered population which means a lot of spaces for recreational activities but rural population has the tendency to migrate to urban areas for better life standards in order to get access to services and facilities offered by cities. Unfortunately, in Pakistan due to no model towns, congested population, no spaces and high land values it is hard even for an upper middle class families to purchase a piece of land. This ultimately leads to no recreational spaces.

As in planned urbanization new schemes are available in cities in the name of housing societies and model towns. These model towns provide basic services within the vicinity of model town which doesn't create any hurdles in the life of other communities living in the cities. Such model towns are developed outside the congested area which poses lesser threat than the unplanned urbanization. Whereas in

unplanned urbanization there are problems which make it difficult to sustain the better standard of living. In cities there are different cultural practices endorsed by the people which intermingles with their values. In the struggle of shifting to urban locality different families belonging to different rural areas practice their own cultural value which gets mixed with each other due to cultural impacts, hence the true color of each culture gets blurred. As the time passes new mixed origin type culture evolves which is later on practiced as a true culture.

There are different activities and opportunities available in cities to enjoy as recreational activities which is a threat to indigenous cultural values e.g. introduction of smart phones, play station games and other sport games etc. These activities put the traditional games and events in dark and make them unattractive, which is not practiced as much as in rural areas. The high rate of urbanization towards cities produces population clusters around the busy spots in the cities which puts pressure on the services and makes it uneasy for an emergency vehicle to reach to the place of response.



During this whole process they leave behind their Jirga system, Hujra (Common Guest House), Indigenous games, literature and natural pattern of life etc. Jirga serves as local judiciary system and is extremely effective in conflict resolution between the two conflicting parties. Hujra not only plays a role as a common guest house but also serves as institution to share knowledge and educate the youth while they have the company of their elders. The positive impact of these traditional systems has long lasting effects on the overall outlook of culture of a community. The flow of urbanization could not be stopped at the moment but preemptive measures must be in placed to encounter the negative consequences. Service sector must be enhanced or the areas already burdened by overpopulation need to be checked and controlled for new constructions.



## PHOTO CUM VIDEO WALK PESHAWAR:

### *Directorate of Culture*

The idea of Photo walking is a communal activity of camera enthusiasts who gather in a group to walk around with a camera for the main purpose of taking pictures of things that interests each photographer.

Track: Ghanta Ghar to Gor Kathri Peshawar.

The event was conducted Tuesday April 11th '2017, starting from Directorate of Culture with an opening ceremony at the auditorium where Akbar Hoti hosted the event, Qari Javed Iqbal "Researcher, Poet and Culture expert" elaborated the historical and cultural significance of the track selected, followed by Tahir Salim "a renown photographer" shared



some tricks and tips about photography and shooting videos. The walk was participated by two groups, group A included students from University of Peshawar, Iqra National University, CECOS University Peshawar and journalists from electronic and print media. Group B included people who were invited via social media "Face book event" advertised on Directorate of Culture's official facebook page. Thirty four people registered but more than fifty people participated. Both the groups started the photo walk from Ghanta ghar Peshawar 11:30 am taking images of cultural elements including crafts, cultural cuisine, monuments ending at Gor Kathri Peshawar 02:30 pm.

The event was conducted to raise awareness about KP's culture

through photography and promote digital content creation. Directorate of Culture explored at least ten new talented photographers. The images collected will be shared via social media with the profiles of photographers participated.

Outputs and outcomes:

- Gathered information of ten new talented photographers.
- A trend has been set for cultural photography.
- More than 3000 images and some videos collected of different cultural elements of KP including the images of arts, crafts, culinary art and monuments.



# CREATIVE ECONOMY & CULTURAL INDUSTRIES UNIT

Directorate of Culture Government of KP.

*Abdul Latif*

Cultural & Creative industries – crafts, performing arts, gastronomy, visual art, photography, film, music, books, publishing and so on – have been acknowledged with the potential to create employment opportunities as well as wealth generation and having significant prospects of promoting small medium enterprises. In the global economy Cultural & Creative Industries (CCI) sector is extensively contributing towards economic development and has proved its resilience towards depression and recession.

The province of Khyber Pakhtunkhwa has rich and diverse heritage of Cultural industries and the opportunity is wide open for successfully initiating entrepreneurship, with little effort and little investment. A vast force of youth, and the opportunities of latest digital technologies can be utilized for initiating a successful entrepreneurship environment which can be easily executed and operated from home. This shall not only initiate economic development in the form of generating employment opportunities and wealth, but shall also help in safeguarding and promotion of our cultural heritage, a source of our identity and pride.

Keeping in view the prospects of CCI, Directorate of Culture has launched Creative Economy & Cultural Industries Unit. The unit is responsible for providing professional advice and consultations -- in the form of production decision, costing calculations, innovation, supply chain solutions, support in business plan development, marketing penetration decisions -- to creative and cultural setup for improving existing businesses and/or initiating new entrepreneurship. The unit can be approached in Directorate of Culture on working days.





DIRECTORATE  
OF CULTURE  
GOVERNMENT OF KHYBER PAKHTUNKHWA



Phone: +92 91 921 1200

Fax: +92 91 921 1220

Directorate Of Culture, Nishtar Hall Government of Khyber Pakhtunkhwa

